جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی و اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

ندائے شاہی

مرادآباد

بانی: حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدی سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد
مرتب: محمد سلمان منصورپوری

- بخل اور کنجوسی کی ممانعت
  نظر و فکر
- انسانیت کی تلاش
  درس حدیث
- افادات سورۂ مدثر
  افادات قرآنیہ
- سود ایک معاشی لعنت
  معاشیات
- اسلام میں
  کردار و عمل کی اہمیت
- عازمین حج کی بعض کوتاہیاں
  گوشۂ حج و زیارت
- عدت کی پابندیاں
  کتاب المسائل
- استاذ الاساتذہ
  حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوریؒ
  وفیات

جولائی ۲۰۱۷

قیمت ۳۰/روپے

مصر اور سعودی عرب وغیرہ کی ’’قطر‘‘ سے قطع تعلقی

مصر اور سعودی عرب سمیت کئی خلیجی ممالک نے ’’قطر‘‘ سے سفارتی تعلقات منقطع کر کے اس کی بری، بحری اور فضائی سرحدیں سیل کردی ہیں۔ قطر پر الزام ہے کہ وہ ’’اِخوان المسلمین‘‘، ’’حماس‘‘ اور دیگر اسلام پسند جماعتوں کی سرپرستی اور اِعانت کرتا رہا ہے، جب کہ قطر نے ان جماعتوں کو دہشت گرد ماننے سے انکار کیا ہے، اور حقیقی دہشت گردوں کے تعاون سے براءت ظاہر کی ہے، اور خلیجی ممالک کے اقدامات کو ملکی خودمختاری کے خلاف قرار دیا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ میں اِس اہم واقعہ کے بعد نئی صف بندی شروع ہوگئی ہے، جہاں ایک طرف ترکی اور ایران وغیرہ نے کھل کر قطر کی موافقت کی ہے، اور اسے ہر موڑ پر تعاون کا یقین دلایا ہے، وہیں کویت جیسا ملک بات چیت کے ذریعہ معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ عام طور پر اُمتِ مسلمہ کا رجحان بھی اسی جانب ہے کہ اس معاملہ میں فریقین کو بات چیت کی میز پر آنا چاہئے اور اس نازک وقت میں دشمنوں کا آلۂ کار بن کر اختلاف کو ہوا دینے سے گریز کرنا چاہئے، دونوں فریقوں اور اُمت کی بھلائی اسی میں ہے۔

تاج محل ہندوستانی ثقافت کا حصہ نہیں (یوگی آدتیہ ناتھ)

یوپی کے وزیراعلیٰ ’’یوگی آدتیہ ناتھ‘‘ نے بہار کے شہر دربھنگہ میں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ’’تاج محل اور قطب مینار ہندوستانی تہذیب کی نشانی نہیں ہیں‘‘۔ یوگی کا یہ بیان ہندوستان کو مکمل طور پر ’’ہندوتو‘‘ کے رنگ میں رنگین کرنے کی جانب بڑھتے ہوئے قدم کی حیثیت رکھتا ہے؛ تا کہ مسلم دورِ حکومت کے تمام باقی ماندہ آثار کو یا تو مٹا دیا جائے یا اُن کی حیثیت کم کردی جائے؛ لیکن مؤرخین نے یوگی کے اس دعوے کی تردید کی ہے، اور تاج محل اور قطب مینار کو تہذیبِ ہند کا ایک باوقار نمونہ قرار دیا ہے۔

ذبیحہ کے لئے جانوروں کی خرید وفروخت پر پابندی کی مخالفت

مرکز کی بی جے پی حکومت نے ایک نوٹی فیکشن جاری کر کے مویشی بازاروں میں ذبیحہ کے لئے جانوروں کی خرید وفروخت پر پابندی لگادی تھی؛ لیکن متعدد صوبائی حکومتوں نے اس نوٹی فیکشن کو ماننے سے انکار کردیا ہے، جن میں کئی بی جے پی اقتدار والی حکومتیں بھی شامل ہیں۔ چناں چہ اروناچل پردیش اور گوا کی حکومتوں نے اس فیصلہ کو نامنظور کرنے کا اعلان کیا ہے، نیز مدراس ہائی کورٹ نے بھی فیصلے کے نفاذ پر روک لگادی ہے، جس کی بنا پر حکومت اپنے فیصلے میں مناسب ترمیم کرنے پر غور کر رہی ہے۔ □□□

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی واصلاحی رسالہ

جلد : ۲۹ | ۱۴۳۸ھ رمضان المبارک

ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد

شمارہ: ۷ | جولائی ۲۰۱۷ء

بانی: حضرت مولانا رشید الدین حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد

مشاورتی بورڈ

- مولانا اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ (سرپرست)
- مولانا عبد الناصر صاحب نائب مہتمم جامعہ
- مولانا مفتی عبد الجلیل خان صاحب

مجلس ادارت

- محمد سلمان منصور پوری (مرتب)
- کلیم اللہ قاسمی سیتاپوری
- محمد رضوان اُناوی

سالانہ زرتعاون: 300 / روپئے ❖ سالانہ زرتعاون خصوصی: 1000 / روپئے

سالانہ زرتعاون بذریعہ رجسٹری ڈاک: 550 ❖ اعزازی (۲۰ سال کیلئے): 5000 روپیہ

سعودی عرب، امریکہ، انگلینڈ، جنوبی افریقہ، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش ودیگر ممالک کیلئے 20 / امریکی ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ ندائے شاہی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

Monthly **NIDA - E - SHAHI**

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (u.p.) 244001.India

فون نمبرات: ندائے شاہی: 09410865194 فیکس: (0591)2472113 مرتب 9412635154

E-Mail ID: shahi@jamiaqasmia-darululoom-shahi.com

Website: www.jamiaqasmia-darululoom-shahi.com

www. nidaeshahi.co.cc E-Mail:nidaeshahi@gmail.com

طباعت: گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مرادآباد، **طابع وناشر:** عبدالناصر، **محررین:** زین العابدین قاسمی سیتاپوری، محمد شاہجہاں قاسمی، محمد رضوان قاسمی بجنوری،

نظماء توسیع واشاعت: محمد شہزاد قاسمی، محمد اجمل قاسمی بھاگلپوری، محمد طفیل فیض آبادی، محمد وقاد قاسمی، محمد مختار قاسمی **کمپیوٹر کتابت:** محمد اسجد قاسمی مظفرنگری

Proprietor **Ashhad Rashidi** Printed at **Good** Printers, Amroha Gate, Moradabad (UP)
Published by the Printer & Publisher **Abdul Nasir** and distrebuted at Darut Talbd Lal Bagh, Moradabad,
Editor. **Mohammad Salman** Mansoorpuri

اِس شمارے میں

نورِ ہدایت	سورۂ بقرہ کے چند فضائل		۵
نظر وفکر	بخل اور کنجوسی کی ممانعت	محمد سلمان منصور پوری	۶
اَہم وفیات	حضرت مولانا ریاست علی بجنوریؒ	مرتب	۱۱
درسِ حدیث	اِنسانیت کی تلاش	مولانا اشہد رشیدی صاحب	۱۴
اِفاداتِ قرآنیہ	اِفادات: سورۂ مدثر	حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندویؒ	۱۹
گوشۂ حج وزیارت	عازمین حج کی بعض کوتاہیاں	مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی	۲۳
مقالات ومضامین	اِسلام میں کردار وعمل کی اَہمیت	مولانا اسرار الحق قاسمی صاحب	۳۱
	اِمتیازاتِ نبوی ﷺ	مولانا مفتی محمد عفان منصور پوری	۳۵
	سود ایک معاشی لعنت	مولانا کلیم اللہ قاسمی	۴۲
	مدینہ منورہ کے اَولین مہاجر صحابیؓ	مولانا مفتی ابوجندل قاسمی	۵۰
شخصیات	حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ	حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحبؒ	۵۳
کتاب المسائل	عدت کی پابندیاں	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۶۱
جامعہ کے شب وروز	مہتمم جامعہ کا سفر عمرہ، رمضان میں جامعہ کی سرگرمیاں، وفیات		۶۷
خبر ونظر	مصر اور سعودی عرب وغیرہ کی ''قطر'' سے قطع تعلق		۲

نورِ ہدایت:

سورۂ بقرہ کے چند فضائل [2]

(٦) سیدنا حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: ’’قیامت میں قرآنِ پاک اُن لوگوں کے ساتھ لایا جائے گا جو قرآن پر عمل کرتے رہے ہوں گے، اور اُن کی قیادت سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کررہی ہوں گی‘‘۔ (صحیح مسلم ۱؍۲۷۰ رقم: ۸۰۵)

(٧) سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، تو اَچانک اُوپر کی جانب سے ایک آواز سنائی دی، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سر اُٹھایا اور فرمایا کہ: ’’اِس وقت آسمان کا ایک دروازہ کھولا گیا ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا، اور وہاں سے ایک فرشتہ نازل ہوا ہے جو اِس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا تھا، چناں چہ اُس فرشتے نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آکر سلام عرض کیا، پھر یہ بشارت سنائی کہ ’’آپ دو ایسے نوروں کی خوش خبری قبول کیجئے جو اِس سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کئے گئے: (۱) سورۂ فاتحہ (۲) سورۂ بقرہ کی آخری آیت‘‘۔ آپ اِن آیتوں میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے اُس سے آپ کو نوازا جائے گا۔ (مسلم شریف ۱؍۲۷۱ رقم: ۸۰۶، الترغیب والترہیب مکمل رقم: ۳۳۳)

(٨) سیدنا حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: ’’اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کے پیدا کرنے سے ۲؍ ہزار سال پہلے ایک تحریر لکھی، جن میں سے دو آیتوں کے ذریعہ سے سورۂ بقرہ کو ختم فرمایا، یہ دو آیتیں جس گھر میں تین راتوں تک پڑھی جائیں گی، وہاں شیطان قریب نہیں آسکتا‘‘۔ (سنن الترمذی ۲؍۱۱۶ رقم: ۲۸۸۲)

(٩) سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: ’’اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو دو ایسی آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو اُس نے مجھے اپنے اُس خزانہ سے عطا فرمائی ہیں جو عرش کے نیچے ہے، پس تم خود بھی اُنہیں سیکھو، اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی سکھلاؤ؛ کیوں کہ یہ دونوں آیتیں نماز، قرآن اور دعاء پر مشتمل ہیں۔ (المستدرک للحاکم ۱؍۷۵۰ دار الکتب العلمیہ بیروت، الترغیب والترہیب مکمل رقم: ۳۳۵)

نظر وفکر

رحمٰن کے خاص بندے اور اُن کی صفات (۱۶)

محمد سلمان منصور پوری
Mansoorpuri
@gmail.com

بخل اور کنجوسی کی ممانعت

آیت زیر بحث: ﴿وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا﴾ میں جہاں ایک طرف اِسراف اورفضول خرچی سے منع کیا گیا ہے، وہیں دوسری جانب بخل اور کنجوسی کو بھی ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ عربی میں ”قتـــــر“ کے معنی تنگی کرنے کے آتے ہیں، اور یہاں اِس سے بخل مراد ہے، جو کسی نہ کسی درجہ میں اِنسان کی جبلت میں موجود ہے، اسی لئے قرآنِ کریم میں دوسری جگہ اِرشاد ہے: ﴿وَکَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا﴾ (الاسراء: ۱۰۰) یعنی اِنسان میں بخل کا مادہ رکھا گیا ہے۔ (عمدۃ الحفاظ فی تفسیر اشرف الالفاظ ۴۴۰)

بخیل شخص اللہ کو پسند نہیں

ضروری اور واجبی جگہوں پر خرچ کرنے میں بخل کرنا قرآنِ کریم کی نظر میں کافروں اور منافقوں کا عمل ہے۔ چناں چہ سورۂ نساء میں اِرشاد فرمایا گیا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا. اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَا اٰتَاہُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَاَعْتَدْنَا لِلْکَافِرِیْنَ عَذَابًا مُّہِیْنًا. النساء: ۳۶-۳۷)

بے شک اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں وہ لوگ جو اپنے کو بڑا سمجھیں اور شیخی بھگاریں، جو خود بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں، اور اُن چیزوں کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے عطا کررکھی ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت ناک عذاب تیار کررکھا ہے۔

واضح ہو کہ بخل کے اصل معنی حق دار سے مال کو روکنے کے آتے ہیں۔ (عمدۃ الحفاظ ۴۰)

بخل کا مصداق

بریں بنا بخل کا اَصل مصداق یہ ہے کہ جس شخص پر حسب ِشرائط زکوٰۃ یا صدقات واجب الاداء ہوں، اور وہ اُن کی ادائیگی میں آنا کانی کرے، یا اپنے ایسے ماتحتوں یا رشتہ داروں کے خرچ میں وسعت کے باوجود کمی

کرے، جن کا خرچ اُٹھانا شرعاً اُس پر واجب ہے، تو ایسے لوگوں کا بخل کرنا سخت گناہ اور بدترین عذاب کا موجب ہے۔ چناں چہ اِرشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ. يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ، هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ. (التوبة: ٣٤)

اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجیے، جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا (اور یہ جتلایا جائے گا کہ) یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر رکھا تھا، سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

اِس لئے جن حضرات پر زکوٰۃ وغیرہ فرض ہو، تو اُنہیں حساب لگا کر خوش دلی سے زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے۔ اِسی طرح جو حقوق العباد ذمہ میں واجب ہوں، اُن کی بھی اَدائیگی کا اہتمام کرنا چاہئے۔

بخیل کا رسوا کن انجام

بلاشبہ بخل ایک ایسا مہلک مرض ہے، جو اِنسان کو بہت سے اَعمالِ خیر سے روکنے کا سبب بنتا ہے۔

سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ. (آل عمران: ١٨٠)

اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے اپنے فضل سے عطا کردہ (مال) میں بخل کرتے ہیں، وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ یہ اُن کے لئے کوئی اچھی بات ہے؛ بلکہ یہ بات اُن کے لئے بہت ہی بری ہے، وہ لوگ قیامت کے دن اِس بخل کردہ مال کا طوق پہنائے جائیں گے، اور حقیقت میں آسمان وزمین (بالآخر) اللہ ہی کا رہ جائے گا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

اِس آیت کی تشریح میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ ”بخیل شخص کا مال قیامت کے دن

بھیانک اژدہے کی شکل میں تبدیل کرکے اُس کے گلے میں لپیٹ دیا جائے گا‘‘۔ العیاذ باللہ۔

چناں چہ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا:

مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ، يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ، يَقُوْلُ: أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ، ثُمَّ تَلاَ هٰذِهِ الآيَةَ: الخ. (صحيح البخاري، كتاب الزكاة / باب إثم مانع الزكاة ١٨٨/١ رقم: ١٤٠٣، تفسير ابن كثير مكمل ٢٨٢)

جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا، پھر اُس نے اُس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی، تو اُس کا مال اُس کے لئے قیامت کے دن ایک گنجے سانپ کی شکل میں لایا جائے گا، جس کے دونو کیلے دانت ہوں گے (یا اُس کی آنکھ پر دو کالے داغ ہوں گے) جو قیامت کے دن اُس کے گلے میں طوق بن کر اُس کے جبڑے کو پکڑ کر یہ کہے گا کہ: ’’میں ہی تیرا مال ہوں، اور تیرا جمع کردہ خزانہ ہوں‘‘۔ پھر پیغمبر علیہ السلام نے اُس کی تائید میں مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔

پس معلوم ہوا کہ مالی فرائض وواجبات کی اَدائیگی میں بخل انجام کے اعتبار سے انتہائی تباہ کن اور رسوائی کا سبب ہے۔

پیغمبر علیہ السلام کی ایک اَہم دعا

اِسی لئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بکثرت یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَأَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ. (رواه مسلم رقم: ٢٧٠٦، الترغيب والترهيب رقم: ٣٩٥٤)

اے اللہ! میں آپ سے بخل، سستی، نکمی عمر، عذابِ قبر اور زندگی اور موت کے فتنہ سے پناہ چاہتا ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ بخیل شخص مال کی محبت میں ایسا مجبور ہوجاتا ہے کہ عقل کے تقاضے اور شرعی واضح حکم کے باوجود اُسے ضروری مواقع پر خرچ کرنا بھی سخت ترین بوجھ معلوم ہوتا ہے۔

بخیل اور سخی کی ایک مثال سے وضاحت

اُس کی اِس کیفیت کو درج ذیل حدیث میں اِس طرح واضح فرمایا گیا:

مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ

کنجوس آدمی اور صدقہ خیرات کرنے والے آدمی کی

رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ قَدْ اضْطُرَّتْ اَيْدِيْهِمَا اِلٰى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيْهِمَا فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ اِنْبَسَطَتْ عَنْهُ وَجَعَلَ الْبَخِيْلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَأَخَذَتْ كُلُّ حَلَقَةٍ بِمَكَانِهَا. (متفق عليه، صحيح مسلم ۳۲۸/۱، مشكاة المصابيح ۱٦٤/۱)

مثال ایسے دو شخصوں کی طرح ہے جو لوہے کی دو زرہیں پہنے ہوئے ہوں، جس کی (تنگی کی) وجہ سے ان کے دونوں ہاتھ ان کے سینے اور گردن سے چمٹ گئے ہوں۔ پس جب صدقہ دینے والا صدقہ دینا شروع کرتا ہے تو اس کی زرہ کھلتی چلی جاتی ہے (اور انبساط کے ساتھ اپنا ارادہ پورا کرتا ہے) اور جب بخیل کچھ صدقہ کا اِرادہ کرتا ہے تو زرہ کے سب اجزاء مل جاتے ہیں اور ہر ہر جوڑ اپنی جگہ پکڑ لیتا ہے۔ جس کی بنا پر بخیل کے لئے صدقہ کے ارادہ کو پورا کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔

بخیل شخص جنت سے دور ہے

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خَبٌّ وَلَا مَنَّانٌ وَلَا بَخِيْلٌ. (سنن الترمذي رقم: ۱۹٦۳)

جنت میں کمینہ اور صدقہ دے کر احسان جتانے والا اور بخیل شخص داخل نہ ہوگا۔

اور سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

اَلسَّخِيُّ قَرِيْبٌ مِنَ اللّٰهِ، قَرِيْبٌ مِنَ الْجَنَّةِ، قَرِيْبٌ مِنَ النَّاسِ، بَعِيْدٌ مِنَ النَّارِ. وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِنَ اللّٰهِ، بَعِيْدٌ مِنَ الْجَنَّةِ، بَعِيْدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِيْبٌ مِنَ النَّارِ. وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيْلٍ. (سنن الترمذي رقم: ۱۹٦۱)

سخی اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے اور جہنم سے دور ہے۔ اور بخیل شخص اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے۔ اور جاہل سخاوت کرنے والا اللہ کو بخیل عبادت کرنے والے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

اور سیدنا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا:

خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ مُؤْمِنٍ: اَلْبُخْلُ وَسُوْءِ الْخُلُقِ. (سنن الترمذي رقم: ۱۹٦۲، الترغيب والترهيب رقم: ۳۹٦٦)

دو عادتیں مؤمن (کامل) میں جمع نہیں ہوتیں: (۱) کنجوسی (۲) بد خلقی۔

نیز سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا:

إِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ خِيَارُكُمْ، وَأَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَاءُ كُمْ، وَأُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ، فَظَهْرُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ بَطْنِهَا، وَإِذَا كَانَتْ أُمَرَاؤُكُمْ شِرَارُكُمْ، وَأَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلَاءُ كُمْ، وَأُمُوْرُكُمْ إِلٰى نِسَائِكُمْ، فَبَطْنُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا.

(سنن الترمذي رقم: ٢٢٦٦)

جب تمہارے اُمراء تم میں بہتر لوگ ہوں، اور تمہارے مال دار تم میں سخاوت کرنے والے ہوں، اور تمہارے معاملات مشورہ سے طے ہوں، تو زمین سے اوپر کا حصہ تمہارے لئے زمین کے اندر کے حصہ سے بہتر ہے (یعنی زندگی غنیمت ہے) اور اگر تمہارے اُمراء (یعنی حکام) تم میں سب سے بدتر لوگ ہوں، اور تمہارے مال دار تم میں بخیل لوگ ہوں، اور تمہارے معاملات عورتوں کے حوالے ہوں، تو پھر تمہارے لئے زمین کے اندر کا حصہ اوپر کے حصہ سے بہتر ہوگا۔ (یعنی زندگی سے موت بہتر ہوگی)

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً مروی ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا:

إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ خَيْرًا وَلّٰى أَمْرَهُمُ الْحُكَمَاءَ وَجَعَلَ الْمَالَ عِنْدَ السُّمَحَاءِ، وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ شَرًّا وَلّٰى أَمْرَهُمُ السُّفَهَاءَ وَجَعَلَ الْمَالَ عِنْدَ الْبُخَلَاءِ. (رواه أبوداؤد في مراسيله، الترغيب والترهيب رقم: ٣٩٧١)

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ خیر کا اِرادہ فرماتے ہیں، تو اُن کے معاملات عقل مندوں کے حوالے کرتے ہیں، اور مال سخاوت کرنے والوں کو عطا فرماتے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی کا اِرادہ فرماتے ہیں، تو اُن کے معاملات بے وقوفوں کے حوالے کردیتے ہیں، اور مال بخیلوں کو عطا کرتے ہیں۔

اور ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

صَلَاحُ أَوَّلِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بِالزَّهَادَةِ وَالْيَقِيْنِ وهَلَاكُهَا بِالْبُخْلِ وَالْأَمَلِ. (المعجم الأوسط للطبراني ٣١٦/٨)

اِس اُمت کی سب سے پہلی صلاح کا سبب یقین اور زہد (کے اوصاف) تھے اور اس میں بگاڑ کی ابتداء بخل اور ہوس سے ہوگی۔

بریں بنا ہر صاحبِ ایمان کو حتی الامکان بخل اور کنجوسی سے قصداً بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی سب ناپسندیدہ باتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ ☐☐☐

اَہم وفیات: (مرتب)

اُستاذ الاساتذہ حضرت مولانا ریاست علی ظفرؔ بجنوریؒ

دارالعلوم دیوبند کے مایۂ ناز اُستاذ، ''ایضاح البخاری'' شرح بخاری شریف کے مرتب وجامع، ترانۂ دارالعلوم اور ترانۂ جمعیۃ علماء ہند کے تخلیق کار، صاحبِ طرز اَدیب، مشفق ومہربان کامیاب مدرس حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفرؔ بجنوری نور اللہ مرقدہٗ نے مؤرخہ ۲۰؍مئی ۲۰۱۷ء مطابق ۲۳؍شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ بروز ہفتہ بوقت سحر داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اُسی دن بعد نماز ظہر احاطہ مولسری دارالعلوم دیوبند میں امیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری اُستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کی اقتداء میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی، اور مزارِ قاسمی میں تدفین عمل میں آئی، علماء اور عوام کا بڑا مجمع جنازہ میں شریک تھا۔

حضرت والا گوناگوں اَوصاف وخصوصیات سے متصف تھے، بالخصوص سادگی، اِنسانی ہمدردی، حلم وبردباری، وقار وخودداری میں اپنے ہم عصروں میں خاص امتیاز کے حامل تھے۔ اور تواضع تو آپ کی طبعیت میں ایسی رچ اور بس گئی تھی کہ آپ سے ملنے والا آپ سے پہلی ہی ملاقات میں بآسانی محسوس کرلیتا تھا، کسی بھی معاملہ میں اپنا امتیاز آپ کو طبعاً پسند نہ تھا؛ بلکہ اس سے بڑی کوفت ہوتی تھی، قادر الکلام خطیب ہونے کے باوجود آپ وعظ وخطابت سے حتی الامکان گریز فرماتے تھے۔ کوئی شاگرد بہت ہی تقاضا کرتا تو اُس کی دل داری کی خاطر پروگرام میں شرکت منظور فرمالیتے تھے؛ لیکن گفتگو مختصر، پرمغز اور جامع فرماتے تھے، جو حشو وزوائد سے پاک ہوتی تھی۔

یہی حال آپ کے درس کا بھی تھا، آپ جو بھی کتاب پڑھاتے، اُس کا پورا حق اَدا کرنے کی کوشش فرماتے تھے، اور درس کا انداز ایسا پیارا اور دل موہ لینے والا ہوتا تھا کہ ہر طالب علم آپ سے قریب اور مانوس ہوجاتا، اور آپ کی گفتگو سے محظوظ ہوتا تھا۔

عصر کے بعد آپ کے یہاں عام مجلس لگتی تھی، جس میں ہر شخص کو شرکت کی اِجازت تھی، حاضرین کی چائے سے تواضع کی جاتی، ہلکی پھلکی ظرافت سے آپ کی مجلس زعفران زار بنی رہتی تھی، حالاتِ حاضرہ پر آپ کے برمحل اور بروقت بے تکلف تبصروں سے حاضرین خوب لطف اندوز ہوتے۔

فہم وفراست اور ذکاوت آپ کے چہرے بشرے سے عیاں تھی، اِصابت رائے اور فکر کی پختگی ایسی تھی کہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، وہ آپ کو مرعوب نہ کرسکتا تھا۔ مردم شناسی بھی بلا کی تھی، کسی آدمی

کے صرف ظاہر کو دیکھ کر آپ کبھی متأثر نہ ہوتے، خوشامد اور چاپلوسی کا آپ کی زندگی میں گذر نہ تھا، محض مال کی وجہ سے بڑے سے بڑے سرمایہ دار کا خاص اکرام کرتے ہوئے آپ کو نہیں دیکھا گیا۔ اس کے برخلاف اہل صلاح اور اہل علم کی تعظیم اور قدردانی میں کوئی کمی نہ فرماتے؛ بلکہ اُن کی خدمت میں نیازمندانہ حاضر ہوتے تھے۔

حضرت والا کا خاص کر اپنے چھوٹوں اور شاگردوں کے ساتھ عجیب وغریب شفقت کا معاملہ تھا، اُن کی دینی خدمات اور سرگرمیوں پر دل کھول کر شاباشی دیتے اور بالکل ایک حقیقی باپ کی طرح مسرت کا اظہار فرماتے تھے۔ اکثر آپ کے شاگرد اپنی تالیفات پر آپ سے تقریظ لکھوانے کے متمنی رہتے تھے، چناں چہ آپ حوصلہ افزائی کی خاطر کسی شاگرد کی درخواست کو رد نہ فرماتے، اور نہایت نپے تلے انداز میں تقریظ تحریر فرما کر ہمت افزائی کرتے تھے۔ بلاشبہ سیکڑوں کتابوں اور رسائل میں آپ کی تقریظات شائع شدہ ہیں۔

آپ کی پیدائش ۹/مارچ ۱۹۴۰ء کو علی گڈھ میں ہوئی، جہاں آپ کے والد منشی فراست علی صاحب بسلسلہ ملازمت مقیم تھے، آپ کا اصل وطن قصبہ ''حبیب والا'' ضلع بجنور ہے، اور سلسلہ نسب میزبانِ رسول سیدنا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ ابھی آپ کی عمر کل پانچ سال کی تھی کہ والد ماجد کا انتقال ہوگیا، آپ نے شروع میں وطن ہی میں پرائمری اسکول میں تعلیم حاصل کی؛ لیکن والد محترم کی وفات کی وجہ سے گذر بسر کا معقول انتظام نہ تھا، اس مایوسی کے عالم میں آپ کے پھوپھا حضرت مولانا سلطان الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم کتب خانہ دارالعلوم دیوبند نے ۱۹۵۱ء میں اللہ کی توفیق سے آپ کی پرورش اور تربیت کی ذمہ داری لی، اور آپ کو اپنے ساتھ دیوبند لے آئے۔ اور دیوبند میں گھر پر رکھ کر آپ کی بالکل سگی اولاد کی طرح مکمل کفالت فرمائی؛ تا آں کہ آپ نے ۱۹۵۸ء میں دارالعلوم دیوبند سے اول نمبر سے تعلیم مکمل فرمائی، بعد میں ۱۹۶۴ء میں حضرت مولانا سلطان الحق صاحبؒ نے اپنی لخت جگر سے آپ کا نکاح بھی کردیا۔ حضرت والا؛ مولانا سلطان الحق صاحب مرحوم کے احسانات کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے، اور اُن کی بڑی قدر فرماتے تھے۔

دارالعلوم سے فراغت کے بعد بھی آپ نے اپنے خاص اُستاذ اور مربی فخر المحد ثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب نور اللہ مرقدہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی مجالس اور دروس میں شرکت اور اِستفادہ کا سلسلہ جاری رکھا، اور حضرت کے درسی اِفادات کو ''اِیضاح البخاری'' کے نام سے شائع کرنا شروع فرمایا، جس کی اب تک الحمد للہ ۹/ضخیم جلدیں شائع ہوچکی ہیں اور مقبول ہیں۔ بخاری شریف کی اُردو شروحات میں اِس شرح کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ حضرت الاستاذ نے اِس کی تکمیل کے لئے بطور معاون دارالعلوم کے جواں سال اُستاذ فاضل گرامی حضرت مولانا مفتی فہیم الدین صاحب بجنوری زید علمہ کو ذمہ داری سپرد کی تھی، جسے موصوف

بخوبی انجام دے رہے ہیں، اور اُمید ہے کہ جلد ہی اِس شرح کی مکمل اِشاعت ہوجائے گی، اِن شاءاللہ تعالیٰ۔

دارالعلوم سے فارغ ہونے کے بعد چوں کہ معاش کا کوئی بظاہر ذریعہ نہ تھا، اِس لئے کچھ دن دہلی میں الجمعیۃ پریس اور بک ڈپو میں ملازمت کی، پھر دیوبند آکر کتابت کو ذریعہ معاش بنایا، اور اپنے ہاتھوں سے ''ایضاح البخاری'' کے ابتدائی اجزاء اور ''تاریخ اسلام'' (نجیب آبادی) کی کتابت کرکے اُنہیں خود ہی شائع کیا، اور اس سے کسی طرح گذر بسر ہوتا رہا۔ پھر حروفِ مقطعات والی چاندی کی انگوٹھی کا کام شروع کیا، اس میں اللہ نے خوب برکت دی، اور کچھ فراوانی ہوئی، آپ نے زندگی کا بڑا حصہ محلّہ لال مسجد کے ایک تنگ مکان میں گذارا، جو ''کاشانۂ رحمت'' کہلاتا تھا؛ تاہم آپ کے حسن انتظام اور کفایت شعاری کی بدولت اخیر میں محلّہ ''خانقاہ'' میں اللہ تعالیٰ نے وسیع مکان کا انتظام فرمادیا۔ احقر سے کئی مرتبہ بڑے تأثر سے فرمایا کہ: ''بیٹا! کام کرو تمہارے لئے راستے کھلے ہوئے ہیں، ہم تو جن حالات سے گذرے ہیں اُن کی وجہ سے کتنے اِرادے دل ہی میں رہ گئے''۔

۱۹۷۲ء میں دارالعلوم میں درجہ عربی ابتدائی میں آپ کا تقرر ہوا، پھر ۱۹۷۶ء میں درجہ وسطیٰ ب میں ترقی ہوئی، ۱۹۸۲ء میں درجہ وسطیٰ الف کا گریڈ ملا، اور ۱۹۸۴ء میں درجہ علیا کے اُستاذ بنائے گئے۔ اِسی کے ساتھ مجلس تعلیمی کے نائب ناظم کے منصب پر بھی فائز ہوئے، اور ۱۹۸۵ء میں باقاعدہ ناظم مجلس تعلیمی مقرر کئے گئے۔ آپ کے دور نظامت میں تعلیمات کے شعبہ میں کافی سدھار ہوا، بالخصوص امتحانات کا صاف شفاف نظام قائم کیا گیا جو اَب تک جاری ہے۔ اِسی دوران آپ نے دو سال تک ماہنامہ ''دارالعلوم'' کی اِدارت کی ذمہ داری بھی نبھائی، اور بعد میں ''شیخ الہند اکیڈمی'' کے نگراں کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ آپ نے ''شوریٰ کی شرعی حیثیت'' کے نام سے ایک مدلل تالیف بھی فرمائی، جو اپنے موضوع پر ایک معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اجتماعی معاملات میں آپ ہمیشہ اِدارے کا مفاد مقدم رکھ کر مشورے دیا کرتے تھے، چناں چہ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب بجنوری نور اللہ مرقدہٗ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند اہم معاملات میں آپ سے مشورے لیتے تھے، اور آپ کی رائے کو وقعت دیتے تھے۔ موجودہ انتظامیہ کے ساتھ بھی آپ کا رویہ ناصحانہ اور خیرخواہانہ تھا۔

اکابر واَسلاف کے فکر پر آپ مضبوطی سے قائم تھے، اور جادۂ حق سے معمولی انحراف بھی آپ کو پسند نہ تھا۔

جمعیۃ علماء ہند اور اُس کی فکر سے آپ بچپن سے وابستہ رہے، تا آں کہ عمر کے آخری دس سالوں میں جمعیۃ علماء ہند کے مرکزی نائب صدر کے منصب پر بھی فائز رہے۔ اور جب ''مباحث فقہیہ جمعیۃ علماء ہند'' کے فقہی اجتماعات کا سلسلہ شروع ہوا، تو جب تک صحت رہی اُن کی نظامت کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہوتی تھی، جسے آپ پوری کامیابی سے انجام دیتے تھے۔

آپ کو شعر واَدب کا صاف ستھرا ذوق بھی عطا ہوا تھا، جو آپ کی فطری ذہانت وذکاوت سے ہم آہنگ تھا، جس کو اُستاذ الشعراء حضرت مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمیؒ کی رفاقت نے دوآتشہ بنادیا تھا؛ چنانچہ آپ کے قلم سے ایسے بلند پایہ پاکیزہ اَشعار صادر ہوئے جو زباں زدِ خاص وعام ہوگئے۔ بالخصوص دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ علماء ہند کا بہترین ترانہ آپ کی یادگار رہے، اُن کے علاوہ آپ نے جو نعتیں یا غزلیں لکھیں، اُن سے آپ کی فکری لطافت اور حسن ذوق کا بآسانی اَندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ سب تخلیقات ''نغمۂ سحر'' کے نام سے ۱۴۴ رصفحات پر مشتمل کتاب میں شائع کردی گئی ہیں۔ باذوق حضرات اُس سے محظوظ ہوسکتے ہیں۔

آپ کے تین صاحب زادے ہیں: مولانا محمد سفیان صاحب قاسمی، مولانا قاری محمد عدنان صاحب قاسمی مقیم حال دارالعلوم شکاگو امریکہ اور مولانا مفتی محمد سعدان صاحب قاسمی اُستاذ معہد اَنور دیوبند۔ ماشاء اللہ تینوں دارالعلوم سے فارغ ہیں، اور خدمات میں لگے ہوئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت الاستاذ کے درجات بلند فرمائیں، متعلقین کو صبر جمیل سے نوازیں، اور ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ □□□

اَشک لہورنگ:

آہ! حضرت مولانا ریاست علی ظفرؔ بجنوری

از:- ڈاکٹر انظار الحق ساجدؔ فاروقی صاحب علی گڈھ

وہ بزم آرزو کا نگہباں چلا گیا ❖ اورنگ جستجو کا سلیماں چلا گیا
جس پھول کی مہک میں چھپا تھا سکونِ دل ❖ وہ گل مہک غزل کا گلستاں چلا گیا
اَب آنسوؤں کو جذب کریں تو کہاں کریں ❖ پھیلا ہوا خلوص کا داماں چلا گیا
آواز دیں تو کون سی محفل میں دشت میں؟ ❖ اپنوں کی عظمتوں کا ثنا خواں چلا گیا
پائیں گے کس سے داد زبان و بیان کی ❖ بزمِ سخن سے آج سخن داں چلا گیا
وہ راہِ ترمذی و بخاری کا سنگِ میل ❖ دینِ محمدی کا دبستاں چلا گیا
جن بے کسوں کے واسطے تھا وہ سکونِ زیست ❖ اُن بے کسوں کے درد کا درماں چلا گیا
شکوہ کسی کو تھا نہ شکایت کسی سے تھی ❖ اِک ایسا درمیان سے اِنساں چلا گیا
تارِ نفس سے توڑ کر اَب رشتۂ حیات ❖ دنیا سے ہائے غیرتِ ایماں چلا گیا
اُس کی سرشتِ پاک، شریعت کا آئنہ ❖ سر تا پا جشن فکرِ فروزاں چلا گیا

قائم تھا اُس کے دم سے جو محفل میں ارتباط
ساجدؔ وہ اِرتباطِ دل و جاں چلا گیا

درسِ حدیث:

اِنسانیت کی تلاش

حضرت مولانا اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلنَّاسُ مَعَادِنٌ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا. (رواه مسلم، مشكاة المصابيح ۳۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ انسان سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح سے مختلف عادات اور مزاج کے ہوتے ہیں، ان میں سے جو زمانہ جاہلیت میں اچھا ہوگا (انسانیت سے متصف ہوگا) وہ اسلام میں بھی اچھا ہی مانا جائے گا بشرطیکہ وہ دیندار ہو۔

گویا دینداری کے بغیر انسانیت کی تکمیل ممکن ہی نہیں ہے۔

تشریح: ابتدائے آفرینش سے لے کر دنیا کے اختتام تک آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر بسنے والی آدم کی اولاد کے لئے سب سے قیمتی، اہم اور گراں قدر چیز اگر کوئی ہے تو وہ انسانیت ہے، جس پر قوموں کے عروج وزوال کا دارومدار ہے، جہاں انسانیت ہوگی وہاں ظاہری وباطنی ترقیات کے دریچے کھلے ہوئے ہوں گے، امانت ودیانت کے تقاضے پورے کئے جاتے ہوں گے، دوسروں کی عزت وناموس کی پاسداری ہوگی اور بدکاری کی تمام صورتوں سے نفرت کا اظہار کیا جاتا ہوگا، اس کے برعکس جہاں انسانیت دم توڑ رہی ہوگی اور نفسانیت پروان چڑھنے میں مصروف ہوگی وہاں چین وسکون کا فقدان ہوگا، جنسی بے راہ روی عام ہوگی، عزتوں کو نیلام کیا جائے گا اور انسان حقیقی ترقی سے محروم ونامراد ہو جائیں گے۔

اسی لئے مذکورہ بالا روایت میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اچھائی اور انسانیت سے متصف شخص کو کفر وشرک کی حالت میں بھی دوسروں سے بہتر قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسا شخص اسلام لانے کے بعد بھی افضل اور سب سے بہتر قرار پائے گا، جب کہ اس میں دینداری پیدا ہو جائے۔ انسانیت اور

نفسانیت کے اس واضح فرق اور کھلے ہوئے تفاوت کے باوجود آج کا انسان نفسانیت کے پیچھے دوڑ رہا ہے اور انسانیت کی تلاش کا جذبہ ہی اس کے دل میں جنم نہیں لے رہا ہے، حالاں کہ ناکامیوں اور مصائب کا ایک سیل رواں ہے، جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے، مگر انسان خصوصاً مسلمان ہر طرح کے صدمات برداشت کر رہا ہے، ذلتوں کو جھیل رہا ہے اور رسوائیوں سے نبرد آزما ہے، لیکن پھر بھی انسانیت کے دامنِ پناہ میں آنے کو تیار نہیں ہے۔

کیا عالم اسلام کے موجودہ احوال مغربی طاقتوں کی چیرہ دستیاں اور ملک کے طول وعرض پر رونما ہونے والے تغیرات ہمیں خواب غفلت سے بیدار کرنے اور انسانیت کو اپنانے پر آمادہ کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں؟ کیا قومی سطح پر بے وزن ہونے اور سیاسی طور پر عضو معطل قرار دئے جانے کے باوجود انسانیت کو نظر انداز کرنے کا سلسلہ قوم میں جاری نہیں ہے؟ کیا عیاروں کے نشانے پر ہونے اور آئے دن مشق ستم کا شکار بننے کے باوجود انسانیت کی طرف سے آنکھیں پھیرنے کا روگ قوم میں سرایت نہیں کر گیا ہے؟ آخر اب کس بات کی دیر ہے؟ اور مزید کون سے ہولناک مناظر کا انتظار ہے؟

آیئے جتنی جلدی ہوسکے انسانیت کو اپنا کر اردگرد کے نفرت بھرے ماحول کو الفت ومحبت اخوت وبھائی چارہ سے بدل دیں، اور نفسانیت کے مہیب اندھیرے کے پردہ کو چاک کردیں، اگر آپ اس کے لئے تیار ہیں تو درج ذیل ایسی چار خوبیاں اپنے اندر پیدا کر لیجئے کہ جن پر دینداری کا دارومدار ہے، اس طرح آپ انسانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

(۱) اِطاعتِ خداوندی

انسانیت کی معراج یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق کو پہچان کر اس کی فرماں برداری میں مصروف ہوجائے اور من چاہی زندگی کو چھوڑ کر رب چاہی زندگی گذارنے لگے تو خدا اس کی زندگی کو چین وسکون سے بھر دے گا، پریشانیوں سے اس کی حفاظت فرمائے گا اور آخرت کی نہ ختم ہونے والی زندگی میں اس کو عظیم الشان اجر وثواب سے مالا مال کرے گا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى	جو مؤمن مرد وعورت اچھے اعمال کریں گے (اطاعتِ
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً	خداوندی کی راہ پر چلیں گے) ہم ان کو خوشگوار زندگی

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (النحل: ۹۷)

عطا کریں گے اور ان کے اچھے اعمال کا اجر وثواب دیں گے۔

(۲) حق بحق دار رسید

انسانیت سے مزین ہونے والے افراد کے لئے حقداروں کے حقوق کو ادا کرنا نہایت اہم اور ضروری ہے؛ کیوں کہ کسی انسان کے حق کو پامال کرنا خواہ اس کا دین ودھرم کچھ بھی ہو کائنات کا سب سے بڑا ظلم ہے اور ہر طرح کے خاندانی معاشرتی اور قومی اختلافات کی جڑ اور بنیاد ہے، یہ ایسا پاپ ہے کہ جس کی معافی کی شکل قیامت کے دن اس کے علاوہ کچھ نہیں ہوگی کہ ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں گی اور اگر اس سے بھی اس کا حق پورا نہیں ہوگا تو مظلوم کے گناہ ظالم پر لاد دیئے جائیں گے، جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ أَوْ شَيْءٌ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهٖ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ. (رواه البخاري، مشكاة المصابيح: ٤٣٥)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ وہ شخص جس نے کسی پر ظلم کرتے ہوئے اس کی عزت وناموس کو نقصان پہنچایا ہو یا کسی اور طرح سے حق تلفی کی ہو تو اس کو چاہئے کہ اس کا بدلہ اس دن کے آنے سے پہلے چکا دے کہ جس میں نہ دینار ہوگا اور نہ درہم، ورنہ تو ظالم کی نیکیوں میں سے ظلم کے بقدر نیکیاں لے لی جائیں گی اور اگر اس کے پاس اتنی نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے۔

گویا انسانیت کی تکمیل بغیر ادائے حقوق کے ناممکن ہے۔

(۳) خدمتِ خلق

مقام انسانیت پر فائز ہونے کے لئے خلق خدا سے محبت کا ہونا لازمی اور ضروری ہے، جب تک

دین ودھرم، افکاروخیالات اور مسلک ومشرب سے اوپر اٹھ کر محض انسان ہونے کی بنیاد پر دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے اور مصیبت زدہ لوگوں کے کام آنے کا جذبہ دلوں میں جنم نہیں لے گا اس وقت تک انسانیت زندہ نہیں ہوگی، نہ خدا کی طرف سے رحم وکرم کے دروازے کھلیں گے اور نہ ہی انسان کو خدا کی معیت اور اس کی نصرت حاصل ہوگی، جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ إِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ. (رواہ مسلم، مشکوۃ ۳۲)

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ رحم وکرم کرنے والوں پر خدا رحم کرتا ہے (اے لوگو!) تم زمین پر رہنے والوں کے ساتھ رحم کا معاملہ کرو آسمان پر موجود خدا تم پر کرم فرمائے گا۔

اسی طرح پریشانیوں میں مبتلا افراد کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھانا اور ان کے ساتھ کرم کا معاملہ کرنا انسانیت کا وہ اعلیٰ معیار ہے کہ جس پر فائز ہونے والا نصرت خداوندی کا مستحق بن جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيْهِ. (رواہ مسلم، مشکاۃ المصابیح ۳۲)

جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مصروف رہتا ہے اس وقت تک وہ خدائی مدد ونصرت کے زیر سایہ رہتا ہے۔

(۴) عفوودرگذر

انسانیت کو پروان چڑھانے میں عفوودرگذر کا بھی بڑا دخل ہے، بدخواہوں، تکلیف پہنچانے والوں اور ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے والوں کو طاقت وقوت حاصل ہونے کے بعد معاف کردینا اور انتقام لینے کے بجائے حسن سلوک کرنا انسانیت کا وہ جوہر ہے جو دشمن کو دوست اور پرایوں کو اپنا بنا دیتا ہے، نفرت کی دیواروں کو ڈھا دیتا ہے، عداوت وبغض وعناد کی آگ کو ٹھنڈا کردیتا ہے اور پیار ومحبت کی فضاء کو عام کردیتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ

نیکی اور بدی برابر نہیں ہے، بدی کو اچھائی سے دور

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہُ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہُ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ. (سورۃ فصلت: ۳۴)
کرو اس کے نتیجہ میں دشمن جگری دوست ہو جائے گا۔

مذکورہ چاروں اوصاف جس شخص میں پیدا ہو جائیں گے وہ دینداری، انسانیت، آدمیت، شرافت اور اخلاق فاضلہ کا پیکر بن جائے گا، اب اس کی اتباع کی جائے گی، اس کی پیشوائی پر فخر کا اظہار کیا جائے گا اور قوموں کی امامت وقیادت اس کے سپرد کر دی جائے گی، اتنا ہی نہیں بلکہ بلا تفریق مذہب وملت اس کو مقتدیٰ تسلیم کر لیا جائے گا۔

غور کیجئے کیا آج کل نفسانیت نے اپنے پنجے نہیں گاڑ دئے ہیں؟ نہ اطاعت خداوندی کا جذبہ ہے اور نہ ہی حقوق کی ادائے گی کی کوئی فکر رہ گئی ہے۔

اسی طرح خدمت خلق کو بھول کر آج کا انسان صرف اپنے اغراض ومقاصد کو حاصل کرنے میں مصروف ہے، نہ اس کو اپنوں کی فکر ہے نہ پرایوں کی، نہ پڑوسیوں کی فکر ہے اور نہ قرابت داروں کی، یہ نفسانیت نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ خود غرضی اور مفاد پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا آج کا انسان غرور وتکبر، بڑائی اور نخوت میں مبتلا ہو کر عفو ودرگذر کو بھول نہیں بیٹھا ہے؟ کیا معاف کرنے کو بزدلی سے تعبیر نہیں کیا جانے لگا ہے؟ غیروں کی بات چھوڑئے، خونی رشتوں کو بھی نظر انداز کر کے انتقامی کارروائی کرنا اور کسی بھی صورت میں عفو ودرگذر سے کام نہ لینا کیا آج مسلمانوں کا شیوہ نہیں بن گیا ہے؟

الغرض نفسانیت زدہ اس ماحول میں اگر انسانیت کو چراغ لے کر بھی ڈھونڈا جائے تب بھی کامیابی یقینی نہیں ہے، اور ایسا لگتا ہے کہ مقصد کو پانے کا تصور محال نہیں تو مشکل ضرور ہے، مصائب کے طوفانوں کا رخ تبدیل کر کے اگر امن، چین اور سکون کے پیغام کو عام کرنا ہے تو صرف زبانی جمع خرچ کے بجائے انسانیت کو پروان چڑھانا ہوگا اور مذکورہ چاروں خوبیوں کو اپنا کر فضا کو ہموار کرنا ہوگا۔

اللہ رب العزت پوری امت کو انسانیت کی دولت سے مالا مال فرمائیں، آمین۔

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ.

اِفاداتِ قرآنیہ:

اِفادات: سورۂ مدثر

افادات: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نوراللہ مرقدہٗ
ضبط وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بیوی بچوں کے ساتھ رہنا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت

وَبَنِيْنَ شُهُوْدًا: (اور حاضر رہنے والے بیٹے)

اِس آیت میں حاضر رہنے والی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے احسان اور نعمت کے موقع پر ارشاد فرمایا ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اولاد کا پاس میں ہونا، بیوی بچوں کا ساتھ میں ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت اور اس کا احسان وکرم ہے، اس کا شکر ادا کرنا چاہئے، اور اس نعمت کی قدر کرنا چاہئے، کتنے اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ جن کو مہینوں اور برسوں بیوی بچوں کی شکل دیکھنے کو نہیں ملتی۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے تحت تحریر فرمایا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جیسے اولاد کا پیدا ہونا اور اس کا باقی رہنا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اسی طرح اولاد کا اپنے پاس حاضر اور موجود ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، جو والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب کے سکون کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، اُن کی حاضری سے اپنی خدمت اور کاروبار میں امداد کا فائدہ مزید برآں ہے۔ اس معکوس ترقی نے جو یہ زمانہ کر رہا ہے، صرف سونے چاندی کے سکوں؛ بلکہ ان سکوں کے اقرارناموں (نوٹوں) کا نام عیش وآرام رکھ لیا ہے جس کے لئے والدین بڑے فخر سے اولاد کو دوسرے ملکوں میں پھینک دیتے ہیں، اور اس پر خوش ہوتے ہیں، اگرچہ سالہا سال بلکہ عمر بھر اولاد کی صورت بھی نہ دیکھیں، مگر ان کی بڑی تنخواہ اور آمدنی کی خبر ان کے کانوں تک پہنچتی رہے، اور یہ اس خبر کے ذریعہ اپنی برادری میں اپنی برتری ثابت کرتے رہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ آرام وراحت کے مفہوم سے بھی بےخبر ہوگئے اور اللہ تعالیٰ کو بھلانے کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے کہ وہ خود اپنے آپ کو یعنی اپنے اصلی آرام وراحت کو بھول جائیں۔ (معارف القرآن ۸/۶۱۴)

مال اور دنیا کی حرص اولاد کی محبت پر بھی غالب آ جاتی ہے

ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ: (پھر لالچ رکھتا ہے کہ اور بھی دوں)

یہ ولید بن مغیرہ کے متعلق ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو مال ودولت کی فراوانی اور پاس میں رہنے والے بیٹے دیئے تھے، اس کی زمین وجائیداد اور باغات مکہ سے طائف تک پھیلے ہوئے تھے، اس کی سالانہ آمدنی ایک کروڑ دینار تھی؛ لیکن اس کے بعد بھی وہ تمنا کرتا تھا کہ اور زائد دیا جائے، اور مال بڑھ جائے، اسی کا نام ہے حب دنیا اور حرص ولالچ۔ بعض لوگ ہوتے ہیں کہ ان کے اندر دنیا کی محبت اور مال کی حرص اس قدر غالب ہوتی ہے کہ اولاد کی محبت پر بھی غالب آ جاتی ہے، اچھے خاصے کھاتے پیتے ہیں، کافی مال موجود ہے، سامان سے گھر بھرا پڑا ہے، کارخانہ بھی ہے، اس کے بعد بھی ان کو سعودیہ اور لیبیا جانے کی سوجھتی ہے، اور کہتے ہیں کہ مولانا ایک تعویذ دے دیجئے کہ پاسپورٹ بن جائے، تھوڑا سا کام رہ گیا ہے، لیبیا جانا ہے، وہ اسی میں مگن اور خوش ہیں کہ دو چار سال تک نہ یہ بیوی بچوں کی صورت دیکھ سکے اور نہ وہ دیکھ سکیں، عزت کے ساتھ گھر کی دال روٹی اچھی نہیں معلوم ہوتی، وہاں جا کر قورمے پلاؤ کھائیں گے، اور ادھر اُدھر مارے مارے پھریں گے، دھکے کھا کر لوگوں کے سامنے ذلیل ورسوا ہوں گے، ارے اللہ نے اگر رہنے کے لئے مکان دیا ہے، چھوٹی سی جھوپڑی ہی سہی، دال روٹی کا انتظام ہو تو یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے کہ آدمی اپنے علاقہ میں اپنے وطن میں رہے، کھائے کمائے، جو ملے اس پر قناعت کرے، آگے جانے کی فکر میں نہ پڑے، ملتا ہے مقدر ہی کا، کچھ بھی ہو جائے اور کہیں بھی چلا جائے، ملے گا مقدر ہی کا، مقدر سے زیادہ نہ ملے گا، ملے گا بھی تو مل کر چلا جائے گا۔

ایک صاحب سعودی کمانے گئے، کئی سال کے بعد گھر واپسی ہو رہی تھی، اٹیچی میں کافی روپئے تھے، ریال جو وہاں رہ کر کمائے تھے، جمع کئے تھے، پوری اٹیچی روپیوں سے بھری ہوئی تھی، چلتے وقت حرم پاک گئے، نماز پڑھنے لگے یا پانی پینے لگے، ایک لمحہ غفلت ہوئی تو پوری اٹیچی کوئی اٹھا کر لے کر چلا گیا، تلاش کرتے رہے نہیں ملی، سالہا سال کی کمائی ایک منٹ میں چلی گئی، خالی ہاتھ روتے ہوئے گھر واپس آئے، مقدر نہیں تھا، اس لئے نہیں ملا، مقدر سے زیادہ کسی کو نہیں ملتا، لیکن آج کل باہر جانے کی ہوا چلی ہے، اچھے خاصے کھاتے پیتے دال روٹی چل رہی ہے، بیوی بچوں کو چھوڑ کر چل دیتے ہیں۔ بعض لوگ دینی خدمت کر رہے ہیں، سب چھوڑ کر چل دیتے ہیں، ایک صاحب کو میں نے بڑی محنت سے پڑھایا تھا، اچھی

صلاحیت تھی، ان سے بڑی امیدیں تھیں کہ کلکتہ میں کچھ کام کریں گے اور کام شروع بھی کیا، اچھا خاصا کام کررہے تھے؛ لیکن باہر جانے کا بھوت سوار ہوا، سب چھوڑ کر چلے گئے اور وہاں جا کر ایک مکان میں کپڑے بیچ رہے ہیں، ارے آدمی قناعت کرے، مجبوری میں باہر جانے کو میں ناجائز نہیں کہتا؛ لیکن بیوی بچوں کے ساتھ رہنا اللہ کی بڑی نعمت ہے، اسی نعمت کی قدر کرنا چاہیے۔

کسب معاش اور تجارت کیلئے بوقت ضرورت سفر بھی کرنا چاہیے

حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلاً فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ. (الملک: ۲۹)

وہ اللہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کردیا، سو تم اس کے رستوں میں چلو اور خدا کی روزی میں سے کھاؤ، اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہوکر جانا ہے۔

اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق حلال کی تلاش میں اور تجارت کے لئے ضرورت کے وقت سفر بھی کرنا چاہیے، تجارت میں اللہ نے بڑی برکت رکھی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تجارت کے لئے سفر کیا کرتے تھے، یہ نہیں ہونا چاہیے کہ صاحب ہم جو کچھ کریں گے گھر رہ کر ہی کریں گے، گھر سے باہر نہیں جائیں گے۔ خود حق تعالیٰ ارشاد فرمارہا ہے کہ: ﴿فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا﴾ یعنی زمین میں چلو سفر کرو۔ اور دوسرے موقع پر فرمایا: ﴿وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ اللہ کے فضل یعنی اللہ کے رزق کو تلاش کرو، اس لئے ضرورت ہو تو تجارت کے لئے سفر بھی کرنا چاہیے، اللہ نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کردیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تجارت کے لئے لمبے لمبے سفر کئے ہیں۔ آگے فرمایا: ﴿کُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ﴾ یعنی تجارت کے لئے سفر کرو اور اللہ جو رزق دے اسی سے کھاؤ۔ آگے فرمایا: ﴿وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ﴾ مطلب یہ ہے کہ تجارت میں ایسے منہمک نہ ہوجاؤ کہ آخرت سے بھی غافل ہوجاؤ، اعمالِ صالحہ میں کوتاہی کرنے لگو، اس لئے فوراً فرمادیا کہ اس کا استحضار ہر وقت رہنا چاہیے کہ مرکر جانا ہے، اللہ کو منہ دکھانا ہے، پوری زندگی کا حساب دینا ہے، کارخانہ میں لگ کر اور تجارت میں مشغول ہوکر ایسے منہمک نہ ہوجانا کہ آخرت سے بالکل غافل ہوجاؤ۔

اہل علم کے لئے تجارت کا مناسب طریقہ اور حضرتؒ کا واقعہ

حضرت (قاری صدیق احمد) رحمۃ اللہ علیہ جہاں آباد ضلع فتح پور کسی پروگرام میں تشریف لے گئے

تھے، وہاں سے کافی مقدار میں گڑ خرید کر لائے، اور اس کو فروخت فرمایا، حضرت کے بڑے صاحب زادے حضرت مولانا سید حبیب احمد صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے، اور حضرت کو اطلاع دی کہ ایک من گڑ تھا سب فروخت ہوگیا، حضرت اس وقت جلالین شریف کا سبق پڑھا رہے تھے، موقع کی مناسبت سے حضرت نے فرمایا کہ میں اسی طرح تجارت کرتا ہوں، میری تجارت کبھی تو ظاہر ہوجاتی ہے اور کبھی نہیں، میں جب کبھی کہیں سفر میں جاتا ہوں تو وہاں سے سامان لے آتا ہوں، اور لاکر فروخت کردیتا ہوں، بعض لوگ بلاتے ہیں اور کرایہ بھی نہیں دیتے، معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے پیسے ٹپک پڑیں گے، اسی طرح کرایہ نکال لیتا ہوں، دنیا دارالاسباب ہے، کچھ تو کرنا ہی پڑے گا، من وسلویٰ تو آسمان سے اُترتا نہیں کچھ ہاتھ پیر تو مارنا ہی پڑیں گے، الحمدللہ کسی طرح بس گاڑی چل رہی ہے۔

پہلے تو میں بہت اسی طرح تجارت کیا کرتا تھا، کانپور اور باندہ سے سامان لاکر فروخت کرتا تھا، مجھے گھر میں سبزی اور آلو وغیرہ نہیں لانے پڑے، باندہ جاتا تھا اور کافی مقدار میں تھوک بھاؤ لے آتا تھا، اور باندہ ہی کے بھاؤ یہاں بھی بیچ دیتا تھا، اس میں بھی نفع ہوتا تھا، گھر میں پکانے کے لئے بھی اسی سے نکل آتے تھے۔

حضرتؒ کی صبر وقناعت والی سادہ زندگی

ایک تو ہمارے گھر میں آلو وغیرہ کا سالن پکتا ہی نہ تھا، بس روٹی اور چٹنی سے کام چلتا تھا، کبھی ایک وقت سالن پک گیا تو دونوں وقت چل گیا، البتہ مہمان وغیرہ آجاتے تو ان کے لئے سالن ضرور پکتا تھا، اور اس وقت سب سے قیمتی سالن آلو کا سالن سمجھا جاتا تھا، غربت بہت عام تھی، اور جب سے یہ حبیب وغیرہ (حضرت کے صاحب زادے) ہوگئے تو ان لوگوں کی وجہ سے سالن پکنے لگا ورنہ پہلے نہ پکتا تھا، اور اب تو یہ حالت ہوگئی ہے کہیں یہ سالن پک رہا ہے، کہیں کچھ اور پک رہا ہے، چائے ہمارے گھروں میں گھس گئی، ورنہ ہم نے کبھی چائے نہیں پی، اور نہ ہمارے گھروں میں چائے بنتی تھی؛ لیکن اب تو ہر وقت چائے کی پتیلی چڑھی رہتی ہے، جو بہوئیں آئی ہیں وہ ایسے ہی گھر کی ہیں جو چائے کی عادی ہیں، اور ہر وقت ان کے یہاں چائے چڑھی رہتی ہے، اور کچھ مہمانوں کی وجہ سے سب کچھ کرنا پڑتا ہے، اور آئے دن کوئی نہ کوئی مہمان گھر میں بنا ہی رہتا ہے، مہمان کی رعایت میں چائے وغیرہ سب کچھ انتظام کرنا پڑتا ہے، ان شاء اللہ اس میں بھی ثواب ملے گا۔

گوشۂ حج وزیارت:

عازمین حج کی بعض کوتاہیاں

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی مفتی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

ندائے شاہی کے ''حج وزیارت نمبر'' (طبع اول) میں ''اغلاط الحجاج'' کے عنوان سے ''معلم الحجاج'' کے ایک باب کا خلاصہ مع اضافات شائع کیا گیا تھا، اسی کو بنیاد بنا کر حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب زید مجدہم مفتی واستاذ حدیث مدرسہ شاہی مرادآباد نے درج ذیل مضمون مرتب فرمایا، جو موصوف کی جامع کتاب ''انوار مناسک'' میں شامل ہے، اب اِس مضمون میں بعض جگہ ضرورت سمجھتے ہوئے کچھ باتیں بڑھائی گئی ہیں، ان کو بین القوسین کر دیا گیا ہے، عازمین حج سے گذارش ہے کہ وہ اس مضمون کا سنجیدگی سے مطالعہ کریں اور جن عام کوتاہیوں پر اس میں توجہ دلائی گئی ہے ان سے بچنے کی کوشش کریں۔ (مرتب)

سفر سے کئی روز پہلے کی غلطیاں

(۱) جب حاجی صاحب کے حج کی منظوری آتی ہے تو اسی وقت سے اس کا چرچا اور تبصرہ ہونا شروع ہوجاتا ہے، اور حاجی صاحب خود بھی اپنے حج کو جانے کا چرچا عام کرنے لگتے ہیں، حالاں کہ حج ایک عشقیہ عبادت ہے، اور حاجی لوگوں میں جتنا خود چرچا کرے گا اتنا ہی ربِ کریم سے عشق ومحبت میں کمی آتی رہے گی، اس لئے اس میں حتی الامکان احتیاط کی ضرورت ہے۔

(۲) جوں جوں سفر حج کا وقت قریب آتا جاتا ہے اعزاء واقرباء کی آمد ورفت کا سلسلہ بڑھتا جاتا ہے، اور بہت سے لوگ حاجی صاحب کے لئے اس بناء پر تحفہ وتحائف لاتے ہیں کہ حاجی صاحب بھی واپسی میں ہمارے لئے حرمین شریفین سے تحفہ لائیں گے؛ بلکہ بعض حاجی تو ایسا کرتے ہیں کہ محلّہ میں گشت لگاتے ہیں تاکہ لوگ حاجی صاحب کو تحفہ پیش کیا کریں۔

(۳) جب سفر بالکل قریب آجاتا ہے تو حاجی صاحب کے یہاں ایسی دعوت ہوتی ہے جیسے کوئی دولت مند آدمی اپنی لڑکی کی شادی میں دعوت کرتا ہے، اور اس موقع پر بھی تحفہ اور لفافہ پیش ہونے لگتا ہے۔

(۴) اب جب حاجی صاحب سفر حج شروع کرتے ہیں تو ایئرپورٹ تک گاڑیوں اور بسوں سے ایک ایک حاجی کو پہنچانے کے لئے ایک بڑا مجمع پہنچ جاتا ہے، دیکھنے والوں کو شبہ ہوجاتا ہے کہ شاید کوئی بڑی بارات دولہا کو لے کر جارہی ہے، یا دولہن کو لے کر آرہی ہے، حالاں کہ صرف ایک دو آدمی ایئرپورٹ پر پہنچا کر آسکتے ہیں، اس فضول خرچی کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

ایئرپورٹ پر میلہ اور افراتفری کا عالم

(۵) جب ایک ایک حاجی کو پہنچانے کے لئے بسیں بھر بھر کر ہر طرف سے انسانوں کے ریلے کے ریلے پہنچ جاتے ہیں تو ایئرپورٹ پر خواہ مخواہ سخت ترین ہجوم اور ہنگامہ کی شکل پیدا ہوجاتی ہے، حیرت کی بات ہے کہ عورتیں اپنے دودھ پیتے اور شیر خوار معصوم بچوں پر بھی رحم نہیں کرتیں، ان کو بھی لے کر ایئرپورٹ پہنچ جاتی ہیں، ان باتوں کے نتیجہ میں ایئرپورٹ کے قریب جام لگ جاتا ہے، اور کبھی راستہ میں بہت سے حادثات اور ایکسی ڈنٹ کے واقعات بھی پیش آجاتے ہیں، اور بہت سے لوگوں کو الٹی متلی اور دیگر امراض کا شکار بھی ہونا پڑ جاتا ہے، اور چھوٹے بچے بسوں میں الٹیاں کرنے لگتے ہیں، بالآخر اللہ اللہ کرکے حاجی اہل وطن کے ہجوم اور ہنگامہ سے نجات پاجاتا ہے، مگر آج ہی سے حاجی صاحب پر یہ فکر اور بخار سوار ہوجاتا ہے کہ تحفہ دینے والوں کا بدلہ کیسے چکایا جائے گا؟ چناں چہ جب مکۃ المکرّمہ اور مدینۃ المنورہ کی مقدس سرزمین پر پہنچ جاتا ہے تو بجائے یکسوئی کے ساتھ عبادت اور رجوع الی اللہ میں مصروف ہوجانے کے آج ہی سے یکسوئی کھو بیٹھتا ہے، اور بازاروں کا چکر لگانے کا سلسلہ شروع کردیتا ہے، اور خریداری شروع ہوجاتی ہے، کہ کس کے لئے کیا تحفہ لینا ہے، بیچارے حاجی صاحب کو ہر وقت اپنے اعزاء واقرباء کی ہمدردی اور تحفہ کا بدلہ چکانے کی فکر سوار رہتی ہے، حالاں کہ وہاں سے لانے کے لئے آبِ زمزم اور مدینۃ المنورہ کی کھجوروں سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں ہے، اور اعزاء واقرباء کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی ہمدردی نہیں ہے کہ حرمین شریفین کی مقدس سرزمین میں اپنی خصوصی دعاؤں میں انہیں فراموش نہ کرے۔

حج یا عمرہ کو جانے والے سے دعاء کی فرمائش

(۶) مسنون طریقہ یہی ہے کہ جب حاجی صاحب سفر کے لئے روانہ ہونے لگیں تو مقامی لوگ حاجی صاحب سے دعاؤں کے لئے گذارش کریں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سید الکونین علیہ السلام سے عمرہ کو جانے کے لئے اجازت مانگی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ اے میرے بھائی تم وہاں کی دعاؤں میں ہم کو بھی شریک رکھنا اور ہم کو اپنی دعاؤں میں فراموش نہ کرنا۔ (ابن ماجہ شریف ۲۰۸)

دورانِ سفر مزید غلطیاں

(۷) بہت سے احباب دورانِ سفر نمازوں کا اہتمام نہیں کرتے، بعض تو نماز ہی نہیں پڑھتے اور پڑھتے بھی ہے تو مسائل کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ مثلاً بہت سے حجاج ٹرینوں اور ہوائی جہازوں کی سیٹوں پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، حالاں کہ ٹرین پر کھڑے ہوکر نماز پڑھی جاسکتی ہے، اور جہاں کھڑے ہوکر نماز

پڑھنا ممکن ہو وہاں بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں، اور ہوائی جہاز میں آگے یا پیچھے کی طرف ایسی جگہ ہوتی ہے جہاں پر بآسانی کھڑے ہو کر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ بعض لوگ قبلہ معلوم کئے بغیر بیٹھے بیٹھے جدھر چاہے نماز پڑھ لیتے ہیں، اور بہت سے لوگ بلا وجہ تاخیر کر کے مکروہ وقت میں پڑھتے ہیں، اور بعض یوں ہی تیمّم کر کے پڑھ لیتے ہیں۔ ان تمام امور سے بچ کر مسنون طریقہ سے قبلہ کی طرف ہو کر نماز ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۸) ٹرین، اسٹیشن اور ہوائی جہاز کی ٹنکی کا پانی پاک ہوتا ہے، اس سے احتیاط کا خیال رکھ کر وضو کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں، لیکن بعض لوگ اس سے وضوء نہ کر کے تیمّم کرنے لگتے ہیں، حالاں کہ ایسے حالات میں تیمّم کر کے نماز جائز نہیں ہوتی۔

(۹) بہت سی پردہ نشین برقع اوڑھنے والی عورتیں دوسرے ممالک کی بے پردہ عورتوں کو دیکھ کر بے پردہ ہوجاتی ہیں، اور سفر حج جیسے مقدس سفر میں بے پردگی کے گناہ میں مبتلا ہوجاتی ہیں، حالاں کہ اس مقدس سفر میں بے پردگی کے گناہ سے حفاظت کا زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔

(۱۰) بعض عورتیں بلا محرم اور بغیر شوہر سفر حج کرتی ہیں، حالاں کہ عورتوں کے لئے بے محرم یا بلا شوہر حج کو جانا ناجائز اور معصیت و گناہ ہے۔ (معلم الحجاج ۳۴۵)

(۱۱) بعض لوگ سفر حج میں بہت زیادہ لڑتے ہیں، بالخصوص گاڑیوں میں سوار ہوتے وقت جگہ لینے پر بہت ہی لڑائیاں ہوتی ہیں، حتی کہ گالم گلوچ اور مار پیٹ تک پہنچ جاتے ہیں، حالاں کہ اس مبارک سفر میں جنگ وجدال اور گالی گلوچ بہت بڑا گناہ ہے۔ (معلم الحجاج ۳۴۶)

احرام کی غلطیاں

(۱۲) بعض لوگ احرام کی حالت میں سلی ہوئی چادر یا رزائی کے استعمال کو سلا ہوا ہونے کی وجہ سے ناجائز سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ احرام کی حالت میں مرد کو سلا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں، یہ بات ٹھیک ہے کہ مردوں کو احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا پہننا منع ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ سلی ہوئی چادر اور رزائی وغیرہ کا استعمال بھی ناجائز ہے؛ بلکہ احرام کی حالت میں ایسا سلا ہوا کپڑا پہننا مردوں کے لئے ممنوع ہے جو بدن کی ہیئت پر سلا ہوا ہو، جیسے کرتہ، پائجامہ، اچکن، واسکٹ، بنیان اور ٹوپی وغیرہ۔ لہٰذا سلی ہوئی چادر اور سلی ہوئی لنگی وغیرہ مردوں کے لئے ممنوع نہیں ہے، ہاں البتہ افضل اور بہتر یہی ہے کہ یہ بھی سلی ہوئی نہ ہو۔

(۱۳) احرام کی نماز بعض لوگ سر کھول کر پڑھتے ہیں، حالاں کہ احرام کی نماز کے وقت احرام میں نہیں ہوتا ہے، اس لئے سر ڈھانک کر احرام کی نماز پڑھنی چاہئے، اور سلام پھیرنے کے بعد سر کھول کر نیت کر کے تلبیہ پڑھنا چاہئے۔

(۱۴) بعض لوگ نماز کی حالت میں بھی اضطباع کرتے ہیں، حالانکہ اضطباع صرف طواف کی حالت میں مسنون ہے، اور وہ بھی صرف ہر اس طواف میں مسنون ہوتا ہے کہ جس کے بعد سعی بین الصفا والمروہ کرنا ہوتا ہے، ہاں البتہ طوافِ زیارت اگر احرام کھول کر کپڑے بدل کر کرتا ہے اور اس کے بعد سعی کرنی ہو تو اس طوافِ زیارت میں اضطباع نہیں ہوتا۔

(۱۵) بعض عورتیں احرام کی حالت میں چہرہ کھلا رکھتی ہیں حالاں کہ چہرہ کھلا رکھنے کی وجہ سے بہت سے مردوں کے لئے بدنگاہی کے گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب ہے، اس لئے احرام کی حالت میں بھی چہرہ کا نقاب اس طرح ڈال لیا جائے کہ جس سے نقاب کا کپڑا چہرہ سے نہ لگنے پائے۔ (معلم الحجاج ۳۴۷)

(۱۶) بہت سے مرد احرام کی لنگی ناف کے نیچے باندھتے ہیں، حالاں کہ مرد کے ناف سے نیچے کا حصہ ستر عورت میں شامل ہے، اس کا ڈھانکنا واجب ہے، اس کا کھلا رکھنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، بہت سے بھائیوں کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ گناہِ کبیرہ اور حرام کا ارتکاب ہو رہا ہے، اس لئے اس کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔

(۱۷) بہت سے مرد احرام کی لنگی اس طرح پہنتے ہیں کہ چلتے ہوئے ران تک کھل جاتی ہے، اس لئے احرام کی لنگی اگر بغیر سلی ہوئی ہو تو اس طرح پہننی چاہئے کہ چلتے ہوئے ران نہ کھلنے پائے اور اگر ران کھل جانے کا اندیشہ ہو تو لنگی درمیان سے سلوا کر پہنی جائے۔

طواف کی غلطیاں

(۱۸) بہت سے طواف کرنے والے طواف کی ابتداء حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان میں کھڑے ہو کر کرتے ہیں، اس طرح کھڑے ہو کر طواف کی نیت کرنا ممنوع ہے، بلکہ اس طرح کھڑے ہو کر طواف شروع کرنا چاہئے کہ طواف شروع کرنے والے کا رخ حجر اسود کے مقابل میں ہو جس میں طواف کرنے والے کا داہنا کندھا حجر اسود کے بائیں کنارے کے مقابل میں ہو۔ (معلم الحجاج ۳۴۸)

(۱۹) حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے عورت و مرد کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ عورتوں میں ہٹو بچو اور چیخ وپکار کا عجیب حیا سوز منظر پیش آجاتا ہے، حالاں کہ اگر آسانی سے ہو سکے تو ہی حجر اسود کا بوسہ لینا سنت ہے اور عورتوں کا مردوں کے ہجوم میں گھس جانا حرام ہے۔

(۲۰) ایک اہم منکر عمل ہمیشہ دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت سے قیمتی عطر حجر اسود پر خوب بہا کر لگاتے ہیں، حالاں کہ حالت احرام میں محرم کے لئے خوشبو کا سونگھنا بھی جائز نہیں، اور حجر اسود کا بوسہ محرم اور غیر محرم دونوں طرح کے لوگ دیتے ہیں، تو عطر لگانے والوں کا عمل محرم کے لئے کفارہ اور جرمانہ کا سبب بن جاتا ہے، اس لئے حجر اسود پر عطر نہ لگانا چاہئے۔

(۲۱) طواف کرتے وقت بیت اللہ کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے، اکثر لوگ اس طرف توجہ نہیں کرتے، حالاں کہ صرف حجر اسود کے استلام ہی کے وقت بیت اللہ کی طرف منہ کرنا جائز ہوتا ہے۔ (معلم الحجاج ۳۴۹)

(۲۲) بعض عورتیں اپنی قیام گاہوں سے بناؤ سنگار کر کے طواف کرنے جاتی ہیں اور بعض کے اعضاء بھی کھلے ہوتے ہیں، حالاں کہ مسجد حرام اور مطاف کی جگہ روئے زمین میں سب سے زیادہ مقدس ترین جگہ ہے اس میں تو بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔

(۲۳) بعض عورتیں ایسے ازدحام اور ہجوم کے بیچ میں مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش کرتی ہیں، اور طواف کرنے والے بھیڑ کی وجہ سے ان کے اوپر سے چڑھتے ہوئے دھکا مکّی کر کے چلے جاتے ہیں، ایسی صورت میں نہ ان کی نماز باقی رہتی ہے اور نہ ہی ان کی نماز کی حالت باقی رہتی ہے، اور بعض دفعہ تو لوگ انہیں روندتے چلے جاتے ہیں۔

اسی طرح حطیم کے اندر نماز کا حال ہوتا ہے، اس لئے مقام ابراہیم کے پاس نماز نہ پڑھ کر اس کے سامنے دور جا کر خالی جگہ پر نماز پڑھنی چاہئے، اسی طرح سخت بھیڑ کے وقت حطیم میں داخل نہ ہونا چاہئے۔

(۲۴) بعض لوگ طواف کے وقت رکن یمانی کو بھی بوسہ دیتے ہیں، حالاں کہ صحیح قول کے مطابق رکن یمانی کو بوسہ دینا مسنون نہیں ہے، بلکہ اگر آسانی سے ہو سکے تو صرف ہاتھ لگاتے ہوئے چلے جانا چاہئے۔

(۲۵) بعض مطوفین طواف کرانے والے قافلہ کو آگے آگے الٹا چلتے ہوئے طواف کراتے ہیں، دوسروں کے طواف کی خاطر اپنا طواف خراب کرتے ہیں، کیوں کہ الٹا چل کر طواف کرنا جائز نہیں۔

سعی کی غلطیاں

(۲۶) سعی کرنے کے لئے صفا پہاڑی پر زیادہ اونچائی پر چڑھنا نہیں چاہئے، بس صرف اتنا اوپر چڑھ جانا کافی ہے کہ کعبۃ اللہ وہاں سے نظر آ جاتا ہو، بعض لوگ بہت اوپر چڑھ جاتے ہیں یہ بلا ضرورت ہے۔

(۲۷) بعض امراء اور سرمایہ دار بلا عذر بھی سواری پر سعی کرتے ہیں، حلانکہ بلا عذر سواری پر سعی جائز نہیں، اس پر دم واجب ہو جاتا ہے۔

(۲۸) سعی کرتے وقت صفا اور مروہ پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا مسنون ہے، اور ہاتھ صرف اتنے اٹھانے ہیں جتنے دعاء کے وقت اٹھائے جاتے ہیں، اور بعض لوگ تکبیر تحریمہ کی طرح کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں جو خلاف سنت ہے، اس لئے اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔

(۲۹) بعض لوگ سعی کرتے ہوئے بھی اضطباع کرتے ہے، حالاں کہ اضطباع یعنی احرام کی اوپر والی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے لا کر بائیں کندھے کے اوپر ڈال دینا صرف اس طواف میں مسنون ہوتا

ہے جس کے بعد حالت احرام میں سعی کرنا ہو، اس کے علاوہ کسی اور سعی میں اضطباع مسنون نہیں ہے۔

(بعض لوگ عام کپڑوں میں نفلی طواف کی طرح نفلی سعی کرتے نظر آتے ہیں، حالاں کہ کوئی سعی نفلی نہیں ہوتی، وہ یا تو عمرہ میں ہے یا حج میں، اور عمرہ کی سعی ہمیشہ حالت احرام میں ہوتی ہے اور حج کی سعی احرام کھولنے کے بعد بھی ہوسکتی ہے۔ اس لئے نفلی سعی کرکے خواہ مخواہ اپنے کو تھکانا نہیں چاہئے)۔ (مرتب)

وقوفِ عرفات کی غلطیاں

(۳۰) عرفات میں بعض لوگ جبل رحمت پر چڑھنا ثواب سمجھتے ہیں، شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں اس لئے اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

(۳۱) عرفات میں ظہر وعصر کی نماز ایک ساتھ پڑھی جاتی ہیں، اس کے بعد یکسو ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف خاص توجہ کی سخت ضرورت ہے، ذکر اور تکبیر اور تہلیل اور تلاوت اور دعاء میں مشغول ہوجانا چاہئے، بعض لوگ اِدھر اُدھر سڑکوں پر گھومنے پھرنے اور خیراتی گاڑیوں سے کھانے پینے کی اشیاء کے حصول میں لگے رہتے ہیں یہ سخت محرومی کی بات ہے۔

(۳۲) بعض لوگ سورج غروب ہونے سے بہت پہلے عرفات کے گیٹ پر آکر بھیڑ لگا لیتے ہیں، حالاں کہ پہلے سے آکر بھیڑ لگانے کا کوئی فائدہ نہیں، صرف مصیبت مول لینا ہوتا ہے، اس لئے سورج غروب ہوجانے تک اپنی جگہ دعاؤں میں مشغول رہنا چاہئے، اور غروب کے بعد ہی روانہ ہونا چاہئے۔

(۳۳) بعض لوگ معلم کے خیمہ میں قیام کو ضروری سمجھتے ہیں، حالاں کہ معلم کی بسوں اور اس کے خیمہ اور اس کے افراد کے تابع معذور اور ناواقف لوگوں کو ہونا پڑتا ہے، جن کے لئے اس کے بغیر پریشانیاں ہوں، اور جو لوگ تندرست ہوں اور اچھی طرح چلنے پھرنے پر قادر ہوں ان کو امیر الحج کے ساتھ اس کی اقتداء میں ظہر وعصر کی نماز پڑھنی چاہئے، پھر مناسب جگہ پر وقوف کرکے یکسوئی کی کوشش کرنی چاہئے۔

(البتہ جس شخص کو معلم کے خیمہ سے باہر نکلنے یا مسجد نمرہ تک جانے میں اپنے گم ہونے یا ساتھیوں سے بچھڑنے کا اندیشہ ہو تو اسے خیمہ کے حدود ہی میں رہنا چاہئے)۔ (مرتب)

وقوف مزدلفہ کی غلطیاں

(۳۴) بعض لوگ مزدلفہ پہنچنے سے قبل عرفات کے راستہ میں مغرب کی نماز پڑھنے لگتے ہیں، حالاں کہ اس دن حجاج کے لئے مغرب کی نماز کا وقت دو شرط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے:

(۱) مزدلفہ کی حدود میں داخل ہوجانا۔

لہٰذا مزدلفہ میں داخل ہونے سے قبل مغرب کی نماز جائز نہیں، اگر راستہ میں پڑھ لی جائے تو مزدلفہ میں داخل ہونے کے بعد دوبارہ نماز پڑھنا لازم ہوگا۔

(۲) مزدلفہ میں عشاء کا وقت ہو جانے کے بعد مغرب کی نماز جائز ہوتی ہے۔

لہٰذا اگر عشاء کا وقت ہونے سے قبل مزدلفہ پہنچ جائے تو مغرب کی نماز کے لے عشاء کے وقت کا انتظار لازم ہے۔

(۳۵) بعض لوگ مزدلفہ سے صبح صادق سے پہلے ہی روانہ ہوجاتے ہیں، حالاں کہ مزدلفہ میں وقوف کا وقت صبح صادق کے بعد شروع ہوتا ہے، اور سورج نکلنے تک باقی رہتا ہے، اور اسی وقت وقوف کرنا واجب ہے، اگر چہ تھوڑی دیر کے لئے کیوں نہ ہو، اور عشاء کے بعد سے صبح صادق تک مزدلفہ میں رات گذارنا سنت مؤکدہ ہے، اور سورج طلوع ہونے سے اتنی دیر پہلے روانہ ہوجانا مسنون ہے، جتنی دیر میں دو رکعت نماز پڑھی جاسکتی ہو۔ (یہ حکم غیر معذورین کے لئے ہے)۔ (مرتب)

حج بدل کرنے والوں کی غلطیاں

(۳۶) حج بدل کرنے والوں میں سے بعض لوگ ٹھیکہ اور اجارہ پر حج بدل کرتے ہیں، اور بعض لوگ مصارف کا ٹھیکہ کر لیتے ہیں، ایسا کرنا جائز نہیں۔ (معلم الحجاج ۳۴۵)

(۳۷) حج بدل کرنے والے کو حج بدل کے روپیہ سے صدقہ کرنا، دوستوں کی دعوت اور مہمان نوازی کرنا جائز نہیں، ہاں البتہ اگر آمر نے حج بدل کا پیسہ یہ کہہ کر دے دیا ہے کہ یہ پیسہ آپ حج بدل کرنے میں جس طرح چاہے خرچ کریں، اور اس میں سے اگر کچھ بچ جائے تو اس سے مہمان داری اور صدقہ سب کچھ جائز ہوجائے گا۔

(۳۸) حج بدل میں حج افراد ہی کرنا چاہیے، ہاں البتہ آمر نے حج تمتع یا قران کی اجازت دے دی ہے تو تمتع اور قران کی اجازت ہے، اور دم شکر کی بھی اجازت دے دی ہے تو دم شکر بھی آمر کے پیسہ سے جائز ہے، چاہے دلالۃً اور عرفاً ہی اجازت دی ہو تب بھی جائز ہے۔

اس مسئلہ کو معلم الحجاج میں اس انداز سے لکھا گیا ہے کہ حج افراد کے علاوہ جائز ہی نہیں ہے، حالاں کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ آمر کی اجازت سے تمتع وغیرہ کی بھی اجازت ہے۔

رمی جمرات کی غلطیاں

(۳۹) اکثر لوگ رمی کرنے میں اصل جمرہ ستون یا دیوار کو سمجھتے ہیں، حالاں کہ حقیقت میں جمرہ وہ نہیں ہے بلکہ ستون اور دیوار کی جڑ سے لے کر اس کے ہر طرف سے تین تین ہاتھ کے دائرہ کے اندر اندر زمین ہی میں جمرہ ہے، لہٰذا اگر کنکری ستون یا دیوار سے ٹکرا کر تین ہاتھ سے دور جا کر گرے گی تو رمی درست نہ ہوگی،

اور اگر ستون یا دیوار سے نہ لگے اور حوض میں گر جائے تو رمی درست ہو جائے گی۔ (آج کل جمرہ کا حوض بہت وسیع کر دیا گیا ہے، اس لئے دیوار پر مارنے کے بجائے حوض میں ڈالنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔) (مرتب)

(۴۰) بعض لوگ شیطان کو مارنے کے لئے بڑی بڑی کنکریاں لیتے ہیں یہ بھی غلط ہے، اور کنکریاں چنے کے دانہ کے برابر ہونی چاہئیں۔

(۴۱) بعض لوگ جوتے چپل بھی مارتے ہیں حالاں کہ یہ بھی جائز نہیں۔

○ (۱۱ اور ۱۲/ ذی الحجہ کی رمی کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور اگلے دن کی صبح صادق تک رہتا ہے، اس لئے ان تاریخوں میں زوال سے پہلے رمی معتبر نہیں ہوگی، خاص کر ۱۲/ ذی الحجہ کو بہت سے حجاج معلمین کے کہنے میں آکر زوال سے پہلے رمی کر لیتے ہیں انہیں اس سے احتراز کرنا چاہئے، ورنہ اگر انہوں نے وقت کے اندر دوبارہ رمی نہ کی تو ترک رمی کی وجہ سے دم واجب ہو جائے گا)۔ (مرتب)

قربانی کی غلطیاں

(۴۲) رمی جمرات کے بعد تمتع اور قران کرنے والوں پر پہلے قربانی اس کے بعد حلق کرنا واجب ہے، بہت سے لوگ اس میں لاپرواہی کر کے غلطی کر لیتے ہیں۔

(۴۳) بینک کے واسطہ سے سعودی حکومت کی طرف سے قربانی کا نظم ہے، مکۃ المکرّمہ اور مدینۃ المنورہ میں مختلف جگہ ٹیپ و مائیک لگا کر اس کا اعلان ہوتا رہتا ہے۔ حنبلی مسلک کے لوگوں کے لئے بینک کے واسطہ سے قربانی کرانے میں کوئی تردد وشبہ باقی نہیں رہتا؛ لیکن حنفی مسلک کے لوگوں کے لئے پریشانی ہے، اس لئے بینک کے ذریعہ سے قربانی کرانے میں قربانی اور حلق میں ترتیب قائم رکھنا بہت مشکل ہے، دنیا بھر کے لوگوں کے لئے بینک کی طرف سے حلق کرنے کا ایک وقت دیا جاتا ہے، اور لاکھوں قربانیوں کا ایک وقت میں کرنا ممکن نہیں۔ (اس لئے بلا شدید عذر کے بنک کے کوپن نہ خریدے جائیں)۔ (مرتب)

(۴۴) بہت سے فراڈی لوگ حجاج کرام کی بلڈنگوں پر آکر سستی قربانی کا لالچ دلا کر بڑی تعداد میں روپیہ وصول کر لیتے ہیں، پھر فرار اختیار کر لیتے ہیں، اور حجاج کرام اپنی قربانی کے بارے میں پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اس لئے حجاج کرام کو خبردار ہونے کی ضرورت ہے، اور کسی اجنبی شخص کو قربانی کی ذمہ داری ہرگز نہ سونپیں، بلکہ خود قربانی کریں یا قابل اعتماد جانکار افراد یا معتبر اداروں کے ذریعہ کرائیں۔

○❖○

اِسلام میں کردار و عمل کی اَہمیت

حضرت مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی ایم پی و صدر دینی تعلیمی و ملی فاؤنڈیشن ذاکر نگر نئی دہلی

اسلام میں اعمالِ صالحہ کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ قرآن میں متعدد مقامات پر ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا ذکر آیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا: ''قسم ہے زمانے کی یقیناً انسان گھاٹے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کئے''۔ (العصر)

اِس آیت میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ اگر انسان ایمان والا اور نیک عمل کرنے والا نہیں ہے تو پھر وہ نقصان میں ہے، خواہ وہ اعلی تعلیم کا حامل ہو یا ناخواندہ ہو، خواہ صحت مند و توانا ہو یا بیمار و ناتواں، خواہ وہ صاحبِ ثروت ہو یا غریب و مفلوک الحال جب تک انسان مومن اور اعمال صالحہ کا حامل نہیں ہوگا، اس وقت تک وہ قرآن کے مطابق کامیاب و بامراد قرار نہیں دیا جا سکتا۔

سورۂ التین میں بھی اس مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا گیا: ''تحقیق کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچہ میں پیدا کیا، پھر اس کو نیچوں سے نیچے پھینک دیا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے''۔ (التین)

مذکورہ دونوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات قسم کھا کر بیان کی ہے۔ سورہ العصر میں زمانے کی قسم کھائی ہے اور سورہ تین میں زیتون اور انجیر، طور سینا اور پر امن شہر کی قسم کھائی ہے۔ یعنی تاکید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ انسان اپنی خوبیوں کے باوجود اس وقت تک نقصان میں ہے جب تک کہ وہ ایمان نہیں لاتا اور عمل صالح نہیں کرتا۔

یہ اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے انسان کو بے شمار اوصاف سے مزین کیا ہے اور اسے باعزت و باوقار بنایا ہے، نیز اسے بلند رتبے پر فائز کیا ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ باری تعالی نے ارشاد فرمایا: ''اور ہم نے بنی آدم (انسان) کو مکرم بنایا ہے''۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل انسان کے مرتبے و منصب کی خبر دیتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں''۔ (سورۂ بقرہ)

اول الذکر آیت میں اللہ تعالی نے بتایا کہ انسان عزت وتکریم کے لائق ہے، اس کا احترام کیا جانا چاہئے۔ مؤخر الذکر آیت میں باری تعالیٰ نے انسان کو خلیفہ فی الارض قرار دے کر بیان کردیا کہ روئے زمین پر وہ خلافت ونیابت الٰہی کے مقام ومنصب پر فائز کیا گیا۔

ان تمام آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان مشرف بھی ہے، بلند مرتبے کا حامل بھی اوران گنت اوصاف سے آراستہ وپیراستہ بھی، لیکن تمام اوصاف ومحاسن کے باوجود اس کے لئے کامیابی کا وعدہ اسی وقت ہے جب وہ صاحبِ ایمان بھی ہو اور باعمل بھی۔

ایک جگہ اور قرآن میں ارشاد فرمایا گیا ہے ''تم ہی سربلند رہوگے اگر تم مومن ہو''۔ یعنی اگر انسان ایمان والا نہیں ہے تو وہ تمام خوبیوں اور صلاحیتوں کے باوجود کامیابی وسربلندی سے دور رہے گا بلکہ آخرت میں اسے سخت مصائب وعذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ ایمان سے مراد حقیقی معنوں میں ایمان والا ہونا ہے کہ وہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتا ہو۔ ایمان کے تقاضے اسی وقت پورے ہوسکتے ہیں جب کہ ایمان والے کا عمل قرآن وحدیث کے مطابق ہو۔ قرآن میں جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے، مومن ان کو بجالاتا ہو اور جن چیزوں سے رکنے کا حکم دیا ہے ان سے رک جاتا ہو۔ ایمان کا مطلب پوری طرح سے اپنے آپ کو اللہ کے حضور میں پیش کردینا ہے اور اپنی زندگی کو اسی کے احکام کے آگے زیر کردینا ہے۔ یہ نہیں کہ ایک طرف مومن ہونے کا دعوی کیا جائے اور دوسری طرف اپنے قول یا عمل سے احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کی جائے۔

مسلمان آج کامیابی سے بہت دور نظر آتے ہیں۔ زبوں حالی وپسماندگی نے ان کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ ناکامی صرف معاشی واقتصادی سطح پر ہی نہیں بلکہ تعلیمی سطح پر بھی ہے، معاشرتی سطح پر بھی ہے، تہذیبی، فکری اور سیاسی سطح پر بھی۔ غرض کہ زندگی کے اکثر شعبوں میں وہ کمزور تر ہیں۔ فی زمانہ مسلمانوں کی درگت کی وجہ اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ ان کی آبادی کا بڑا حصہ ایمان اور اعمال صالحہ کے اعتبار سے کمزور ہے۔ ایمان کا مطلب ہے کہ اللہ پر کامل یقین ہو، اس کی وحدانیت کو دل سے مانا جائے، وہی مالک حقیقی ہے، وہی خالق کائنات ہے، اسی کے اشارے پر کائنات کا نظام چلتا ہے، اسی کی مرضی سے سب کچھ ہوتا ہے۔ پھر اللہ کے علاوہ کے آگے جھک جانا، اللہ کے علاوہ دوسرے لوگوں سے اپنی مرادیں چاہنا کیوں؟ کیا

موجودہ زمانے کے لوگوں کا ایمان واقعی اتنا مستحکم ہے؟ اور وہ قرآن کی تعلیمات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی زندگی بڑی غفلت میں گزر رہی ہے۔ وقت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ وہ اس غفلت کی چادر کو چیر کر بیدار ہو جاتے، مگر وہ اور زیادہ مدہوش ہوتے جا رہے ہیں۔

قرآنی تعلیمات کو دیکھیں اور مسلمان اپنے اعمال کو دیکھیں۔ قرآن میں فرمایا گیا کہ ''زنا کے قریب مت جاؤ، یہ فحش عمل اور بری راہ ہے'' یہ باری تعالیٰ کا واضح حکم ہے اور زنا کے قریب بھی جانے کی ممانعت ہے مگر کیا مسلمان اس فحش عمل سے اجتناب کر رہے ہیں؟

آج پوری دنیا میں زنا کاری وفحاشی نے اپنے پاؤں پھیلا دیے ہیں۔ نہ صرف مغربی ممالک میں بلکہ مشرقی ممالک میں بھی زنا کاری وبدکاری زوروں پر ہے۔ صرف اس قبیح عمل میں غیر مسلم اقوام ہی شامل نہیں، بلکہ مسلمان بھی شریک نظر آ رہے ہیں۔ اسلام میں زنا کاری وفحاشی سے بچنے کے لئے پورا ایک نظام پیش کیا گیا تھا لیکن مسلمان اس کے مطابق زندگی گزارتے نظر نہیں آتے۔

اسلام نے جھوٹ بولنے سے منع کیا ہے اور سچ بولنے کی تاکید کی ہے؛ بلکہ سچوں کی صحبت اختیار کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے: ''صادقین کے ساتھ رہو'' کیا مسلمان سچائی پر عمل پیرا ہیں، کیا وہ جھوٹ نہیں بولتے؟ کیا وہ وعدوں کو توڑ کر قرآن وحدیث کی صریح خلاف ورزی نہیں کرتے، کیا عہد شکنی میں وہ کسی اور ملت سے پیچھے ہیں؟

سچائی یہ ہے کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد آج کذب گوئی میں گلے گلے تک ڈوبی ہوئی ہے۔ بہت سے تو ایسے ہیں کہ جھوٹ کو معیوب ہی نہیں سمجھتے، اس لئے وہ نہ صرف ان مقامات پر جھوٹ بولتے نظر آتے ہیں جہاں ان کا مفاد وابستہ ہوتا ہے؛ بلکہ ان جگہوں پر بھی سفید جھوٹ بول دیتے ہیں جہاں ان کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا۔

قرآن وحدیث کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ رزّاق صرف اللہ ہے۔ اللہ نے ہر ایک کا رزق مقدّر کر دیا ہے۔ جس کے لئے جتنا رزق لکھ دیا گیا ہے، اس کو اتنا ہی ملے گا، اس سے زیادہ کسی بھی صورت میں نہیں ملے گا۔ اللہ نے رزق کو اتنا وسیع کیا ہوا ہے کہ وہ ہر شخص کو رزق دیتا ہے، حتی کہ ان جانوروں کو بھی

رزق عطا کرتا ہے کہ جو عقل وخرد نہیں رکھتے، جن کے پاس کوئی معاشی پلاننگ نہیں ہوتی، جو ڈیوٹی کے طور طریق بھی نہیں جانتے۔ بہت سے ایسے کیڑے مکوڑے جو پہاڑوں، غاروں، سمندروں، دریاؤں اور پتھروں میں رہتے ہیں اللہ انہیں بھی رزق پہنچاتا ہے۔ پھر جس مخلوق کو باری تعالی نے بے شمار اوصاف کے ساتھ پیدا کیا، شعور وعقل سے نوازا، بہترین سانچے میں تخلیق کی، اہم رتبہ عطا کیا، مکرم و باعزت بنایا، اسے کیوں نہ رزق سے نوازے گا، لیکن انسان اللہ کے وعدے اور اس کے نظامِ رزق سے غالبًا غیر مطمئن ہوکر صرف اپنی منصوبہ بندیوں، اپنی کوششوں پر توکل کررہا ہے۔ اور دولت کے لئے بہت سے ایسے کام بھی زیر عمل لا رہا ہے جو شرعی اعتبار سے غلط ہیں بلکہ حرام ہیں۔

یعنی انسان کو حرام طریقے سے کمانے میں کوئی قباحت محسوس نہیں ہورہی ہے۔ اس معاملے میں برادرانِ اسلام بھی پیچھے نظر نہیں آتے۔ بلاشک وشبہ ایسے مسلمان بھی ہیں جو اکلِ حلال کے لیے کوشاں ہیں اور اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ وہ ناجائز اور حرام مال سے بچ جائیں لیکن مشاہدات کے مطابق ایسے مسلمانوں کی تعداد کم نظر آرہی ہے۔ اسلام میں اکل حلال کو بہت اہم بتایا گیا ہے کہ اس پر اعمال اور دعاؤں کی قبولیت کا دارومدار ہوتا ہے؛ لیکن مسلمانوں کو اس کی پرواہ کم ہی نظر آرہی ہے۔ مال ودولت کمانے میں بے احتیاطی دنیادار مسلمانوں کے یہاں ہی نظر نہیں آرہی بلکہ دیندار مسلمانوں کے یہاں بھی اس طرح کی بے احتیاطی خوب دیکھنے کو مل رہی ہے بلکہ حقائق تو اس بات کی طرف بھی اشارہ کررہے ہیں کہ بعض دینداری کے علمبردار مذہب فروشی اور ملت فروشی کا دھندہ بھی چلا رہے ہیں۔ دین کے نام پر دولت اکٹھی کرنا ان کا نصب العین ہے، ملت کے نام کو اپنی مقبولیت کی سیڑھی بنانا اور پرتعیش زندگی کے لئے گویا دین وملت کا فروخت کرنا ان کے یہاں کوئی قبیح بات نہیں ہے۔ جب معاملہ یہاں تک ہوتو پھر مسلمان کیسے کامیاب ہوں گے؟ اور خستہ حالی ونامرادی ان کو کیوں نہ گھیر لے گی؟

ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان ایمان اور اعمالِ صالحہ دونوں اعتبار سے مستحکم ہوں، اپنے کردار وعمل کو اسلام کے مطابق بنانے پر زور دیں اور اللہ کی ذات پر کامل یقین وبھروسہ رکھیں۔

❍❖❍

اِمتیازاتِ نبوی ﷺ

مولانا مفتی محمد عفان صاحب منصور پوری صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ

(۲) دوسری چیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ”وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا“. (صحيح البخاري / كتاب الصلاة رقم: ٤٢٧) وہ خصوصی چیزیں جو مجھے عطا کی گئیں اور مجھ سے پہلے کسی اور نبی یا ان کی امت کو نہیں دی گئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میرے لیے ساری کی ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا گیا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے پہلے جو ایمان والے لوگ اس دنیا کے اندر بسا کرتے تھے، ان کے لیے ہدایت یہ تھی کہ وہ عبادت اسی جگہ کر سکتے ہیں جس کو عبادت خانے کے طور پر بنایا گیا ہو جو کنیسے اور معابد ہوا کرتے تھے، انہیں میں عبادت کی اجازت تھی ان سے باہر عبادت کی اجازت نہیں تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ کی امت کو یہ سہولت دی گئی کہ مسجد میں نماز پڑھو گے تو بھی نماز ہو جائے گی اور مسجد کے باہر سڑک پر مصلی بچھا کر پاک کپڑا اچھا کر نماز پڑھو گے تو بھی نماز ہو جائے گی بلکہ اگر زمین ہی پاک ہو سوکھی ہو تو بغیر کپڑا اچھائے بھی نماز ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اُمتِ مسلمہ کا ہر فرد دنیا میں جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پلیٹ فارم پر مسلمان نماز پڑھتا ہے، ایئر پورٹ پر مسلمان نماز پڑھتا ہے، دوکانوں میں مسلمان نماز پڑھتا ہے، بازار میں بھی مسلمان نماز پڑھتا ہے، یہ وہ سہولت ہے جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں امت کو ملی ہے۔

اسی طرح امت مسلمہ کے لیے زمین کو پاکی کا ذریعہ بھی بنا دیا گیا، اگر پانی میسر نہ ہو اور نماز کا وقت نکلا جا رہا ہو یا پانی تو ہو؛ لیکن بیمار اپنی بیماری کی وجہ سے پانی استعمال کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو، یا پانی کا استعمال اس کی بیماری کو بڑھا رہا ہو تو شریعت میں یہ رخصت اور سہولت دی گئی کہ پاک مٹی پر ہاتھ پھیرو اور چہرے اور ہاتھ پر پھیر لو پاکی حاصل ہو گئی نماز پڑھ لو۔ یہ وہ برکات ہیں جو براہِ راست نبی کریم علیہ الصلوٰہ والسلام کی ذات سے عالم انسانیت کو حاصل ہوئی ہیں۔

مالِ غنیمت کی حلت

(۳) اسی طرح آپ ﷺ نے تیسرے نمبر پر ارشاد فرمایا: ”وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ“ میرے لیے

غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا، غنیمت کا مال وہ کہلاتا ہے جو اسلامی لشکر غیر ایمان والوں سے مقابلے میں جیت حاصل کرنے کے بعد پاتا ہے اور غنیمت کا یہ مال فوجیوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری سے پہلے مالِ غنیمت کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی بلکہ اس مال کو یوں ہی میدان میں چھوڑ دیا جاتا تھا، آسمان سے کوئی آگ آتی تھی اور اس کو جلا کر راکھ کر دیا کرتی تھی۔ (دیکھئے: حاشیہ ردالمحتار ۶/۲۲۳)

بعض روایات میں آتا ہے کہ زکوٰۃ اور صدقات کی ادائیگی کا بھی طریقہ دوسری امتوں کے اندر یہ تھا کہ جو مال بطور صدقے کے اللہ کی راہ میں دینا چاہتا تھا اس کو وہ پہاڑی پر لے جا کر رکھتا تھا آسمان سے آگ آتی تھی اور اس مال کو جلا کر چلی جاتی تھی۔ آگ کا اس مال کو جلا دینا یہ نشانی ہوا کرتی تھی اس بات کی کہ پاکیزہ مال سے صدقہ کیا گیا ہے اور اگر مال رکھا رہ جاتا اور آگ آ کر نہ جلائے تو یہ مطلب ہوتا تھا کہ پاکیزہ مال سے صدقہ نہیں کیا جا رہا ہے، پول کھل جاتی تھی کہ غلط مال ہے جو صدقہ کے لیے رکھا گیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں امت کو یہ سہولت دی گئی کہ غنیمت کے مال کو استعمال کرنے کی اجازت مل گئی۔

بعثتِ عام

(۴) چوتھے نمبر پر آپ ﷺ نے فرمایا: "وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ كَافَّةً" مجھے ساری انسانیت کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ سے پہلے جو انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیم دنیا میں تشریف لاتے رہے وہ محدود علاقہ کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجے جاتے تھے یا محدود زمانہ کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجے جاتے تھے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کو اللہ نے ایسی جامعیت عطا فرمائی کہ اپنے زمانہ میں تو آپ کی شریعت اور آپ کے لائے ہوئے دین پر عمل کرنا لوگوں پر ضروری تھا ہی آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی اب قیامت تک آنے والے انسانوں پر اسی شریعت پر عمل کرنا لازم ہوگا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہے۔ اب کوئی دین اتباع اور پیروی کے لائق نہیں ہوگا۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا لما وسعه إلا اتباعي". (رواہ أحمد، والبیهقي في شعب الإیمان) اگر موسیٰ بھی آج زندہ ہوتے تو میری اتباع اور پیروی کے علاوہ کوئی اور چارہ ان کے پاس بھی نہیں ہوتا، یعنی کوئی صاحبِ شریعت نبی اگر دنیا میں ہوتا تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین ہی پر عمل کرتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام قیامت سے پہلے پھر دنیا میں تشریف لائیں گے اور اسی شریعت پر عمل کریں گے جس پر آپ اور ہم عمل کرتے ہیں۔ تو آپ کی رسالت و نبوت کو اور آپ کے پیغام کو اللہ

نے وہ وسعت عطا کی ہے اور وہ عموم عطا فرمایا ہے جو آپ سے پہلے کسی دوسرے رسول اور نبی کے حصے میں نہیں آیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا﴾ اے لوگو! میں تم سب کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، مسلمانوں کے لیے بھی، غیر مسلموں کے لیے بھی، آپ کے زمانے میں موجود لوگوں کے لیے بھی، قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے بھی۔

شفاعتِ کبریٰ

(۵) پانچویں چیز پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی کہ: ”وَأُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃُ وَأَنَا أَخَّرْتُھَا لِأُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ“ پانچویں وہ چیز جو صرف مجھے ملی ہے، مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملی ہے، وہ کیا ہے؟ اللہ کی بارگاہ میں سفارش اور شفاعت کا حق، بارگاہِ الٰہی میں صرف اور صرف نبی کریمؐ کو بڑی سفارش کا حق حاصل ہوگا اور کسی کو شفاعتِ کبریٰ کا یہ مقام حاصل نہیں ہوگا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت پر کیسے شفیق اور مہربان ہیں، فرماتے ہیں: ”أَخَّرْتُھَا لِأُمَّتِيْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ“ میں نے سفارش کے اس حق کو اپنی امت کے لیے قیامت کے دن کے واسطے مؤخر کر دیا۔ آج اس حق کو استعمال نہیں کروں گا؛ بلکہ جب روزِ محشر اپنی امت کو جہنم کی طرف جاتا ہوا دیکھوں گا تو جہنم سے بچانے کے لیے سفارش کے اس حق کو استعمال کروں گا۔ یہ آپ کی امت پر حد درجہ شفقت اور کرم کی دلیل ہے، ایسے بہترین موقع کو آپ اپنی امت کے فائدے کے لیے استعمال فرمانا چاہتے ہیں ورنہ جس آدمی کو اللہ کی بارگاہ میں سفارش کا حق حاصل ہو جائے وہ تو جو چاہے کر سکتا ہے، جو چاہے منوا سکتا ہے، اس لیے کہ جو مانگے گا وہ اللہ کی طرف سے عطا کیا جائے گا، جس چیز کی سفارش کر دے گا اس کا حصول اور ملنا ممکن ہوگا؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اس حق کو ابھی محفوظ رکھا ہے اور جب ضرورت پڑے گی اس وقت میں اس حق کا استعمال کروں گا۔

چنانچہ روایات میں تفصیل آتی ہے کہ جب اولین و آخرین کا اجتماع ہوگا سارے انسان جب سے دنیا بنی ہے جب تک دنیا قائم رہے گی، وہ سب ایک جگہ جمع کر دیے جائیں گے، اضطراب اور بے چینی کی کیفیت ہوگی، سب لوگ اگلے فیصلہ کے منتظر ہوں گے، سورج سوا نیزے پر ہوگا اور اس کی تپش حرارت اور گرمی کی وجہ سے پسینے سے انسان ایسا شرابور ہوگا کہ اپنے ہی پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا، کوئی پنڈلیوں تک پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا، کوئی گھٹنوں تک پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا، کوئی گردن تک پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا، ہر آدمی کو صرف اپنی فکر ہوگی کہ میرے بارے میں جو فیصلہ ہونا ہے، وہ فوراً ہو جائے مجھے کہاں جانا ہے، وہ بڑی بے چینی کا عالم ہوگا، اس کو بیان نہیں کیا جا سکتا، اس بے چینی کے عالم میں لوگ پریشان ہو ہو کر انبیاء کرام علیہم

السلام کے پاس جائیں گے کہ حضرت ہماری سفارش کردیجیے، معاملہ حل ہوجائے، سب سے پہلے انسانوں کی جماعت ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائے گی اور عرض کرے گی کہ حضرت ہمارے حق میں سفارش کردیجیے، اس پریشان کن مرحلے سے ہمیں نجات مل جائے۔

حضرت آدم علیہ السلام صاف فرمادیں گے "أَنَا لَسْتُ لَهَا" میں تو سفارش اور شفاعت کا حق دار ہی نہیں ہوں۔ ابراہیم کے پاس جاؤ "إنه خليل الله" وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ اللہ کے ساتھ خلت کا اور دوستی کا رشتہ ہے ان کے پاس جاؤ شاید وہ تمہارے کام آجائیں۔ لوگ پریشان ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، ان کے سامنے بھی درخواست کریں گے کہ حضرت آپ خلیل اللہ ہیں ہماری سفارش فرما دیجیے۔ اس پریشانی سے نجات مل جائے اور یہ پریشانی چند گھنٹوں یا چند ہفتوں کی یا چند مہینوں کی نہیں ہوگی۔

بعض روایات میں آتا ہے: "خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ" پچاس ہزار سال اسی پریشانی میں گزر جائیں گے، اب کیسے کرب اور بے چینی کا عالم ہوگا، دنیا میں آدمی اس کو بیان نہیں کرسکتا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لوگ پہنچیں گے وہ بھی صاف کہہ دیں گے بھائی میرے بھی بس کی یہ بات نہیں "أَنَا لَسْتُ لَهَا" یہاں جو چاہے سفارش کردے، ایسا نہیں ہوتا، یہاں وہی سفارش کرسکتا ہے جس کو سفارش کی اجازت ملی ہوئی ہو۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا: ﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَّأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَ يَرْضٰى﴾ (سورة النجم) اللہ فرماتے ہیں کہ آسمانوں میں کتنے فرشتے ہوں گے، بے شمار فرشتے ہوں گے، ان بڑے بڑے مقرب فرشتوں کی سفارش کوئی کام نہیں آئے گی، ہاں اللہ جس کو چاہے اجازت دے۔ جس سے چاہے راضی ہوں، جس کو یہ اختیار ملے گا کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں سفارش کرے بس وہی سفارش کرسکتا ہے، دنیا میں تو آدمی جس سے چاہے اپنی سفارش کے سلسلے میں دو جملے لکھوالے اور ہر آدمی سفارش کرسکتا ہے، کوئی پابندی نہیں؛ لیکن وہاں شفاعت اور سفارش کا حق دار وہی ہوگا جس کو اللہ کی طرف سے اجازت ملی ہوئی ہو۔

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام بھی فرمائیں گے "أَنَا لَسْتُ لَهَا" بھائی اس موقع پر میں بھی تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ جاؤ موسیٰ کے پاس "إِنَّهُ كَلِيْمُ اللّٰهِ" وہ کلیم اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ان کو گفتگو کا شرف حاصل ہے، باری تعالیٰ سے ان کی بات چیت ہوتی ہے۔ ان کو بہت اونچا مقام ملا ہوا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس موقع پر وہ تمہارے کام آجائیں۔ جاؤ ان سے سفارش کروالو۔

چنانچہ لوگوں کی بھیڑ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے پاس پہنچے گی ان کے سامنے اپنا درد بیان کرے گی اور ان سے بھی یہ درخواست کرے گی کہ حضرت ہمارے حق میں سفارش فرما دیجیے۔ تو وہ بھی وہی جواب دیں گے جو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا، جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی دیں گے اور فرمائیں گے: "أَنَا لَسْتُ لَهَا ائْتُوْنِیْ بِعِیْسٰی فَإِنَّهُ رُوْحُ اللّٰهِ" فرمائیں گے میرا اختیار سفارش کرنے کا نہیں ہے، عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ روح اللہ ہیں قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روح اللہ کہا گیا اس لیے کہ ان کی پیدائش اللہ نے اپنی قدرت کے مظاہرے کے طور پر فرمائی ہے۔ بن باپ کے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے، اللہ کے لفظ کُن کا تکلم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کا ذریعہ بن گیا۔ اللہ نے حکم دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے بطن اور رحم میں حلول کر گئی پھر اسی رحم میں ان کی نشو ونما اور پرورش ہوئی اور جس طرح عام انسانوں کی پیدائش ہوتی ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی پیدائش ہوئی؛ لیکن کرشمہ اللہ نے یہ ظاہر فرمایا کہ بن باپ کے اور بغیر کسی مرد سے ملے ہوئے حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش ہوئی۔ وہ بہت اونچے مقام کے حامل اللہ کے مقرب نبی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کہ میرا تو بس نہیں چلے گا عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جاؤ وہ روح اللہ ہیں ان سے سفارش کرواؤ۔

چنانچہ سب کے سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اُن سے درخواست کریں گے، وہ بھی یہی کہیں گے کہ: "أَنَا لَسْتُ لَهَا ائْتُوْنِيْ بِمُحَمَّدٍ فَإِنَّهُ خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْن" کہ بھائی میں بھی تمہاری سفارش کا حق دار آج کے دن نہیں ہوں، اگر کہیں سے تمہارا مسئلہ حل ہو سکتا ہے تو وہ اللہ کے آخری نبی اور سب سے اعلیٰ اور برتر پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کی بارگاہ میں چلے جاؤ، ان سے درخواست کرو، وہیں سے تمہارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ اب سب لوگ جمع ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور پیغمبر علیہ السلام کے سامنے اپنے حالات کو ذکر کریں گے۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ میں اللہ سے اجازت مانگتا ہوں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کی اجازت مانگیں گے۔ اللہ کی طرف سے آپ کو اجازت ملے گی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ اپنی حمد وثناء کے ایسے جملے سکھائیں گے جو آج مجھے پتہ نہیں، میں ان جملوں کو اپنی زبان سے ادا کروں گا "وَأَخِرَّ لَهَا سَاجِدًا" اور اسی حال میں میں اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور سجدہ میں جا کر بھی اللہ کی حمد وثناء کرتا رہوں گا۔

اس کی پاکی بیان کرتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ کی رحمت جوش میں آئے گی اور مجھ سے کہا جائے گا: ”یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ“ اے محمد! اپنے سر کو اُٹھاؤ! مانگو جو مانگنا ہے، تم کو دیا جائے گا۔ سفارش کرو جس کی کرنی ہے، تمہاری سفارش اور شفاعت کو قبول کیا جائے گا۔

یہ ہے وہ مقام جو صرف اور صرف جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نصیب ہوگا۔ اس مقام کو مقام محمود کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے: ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا﴾ (سورة الإسراء) رات کے آخری حصے میں نفل کے طور پر تہجد پڑھا کیجیے۔ اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ آپ کو مقام محمود میں پہنچائیں گے۔ آپ اللہ کی جانب سے سکھائے ہوئے کلمات سے اس کی تعریف کریں گے۔ تو اس کو سن کر اللہ کی رحمت جوش میں آئے گی اور یہ اعلان ہوگا کہ مانگئے جو مانگنا ہے عطا کیا جائے گا، سفارش کیجیے جس کی کرنی ہے، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی پھر کیا ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں کہوں گا ”يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي“ جب مجھ سے کہا جائے گا کہ مانگیے جو مانگنا ہے سفارش کیجیے جس کی کرنی ہے تو میں کہوں گا کہ اے اللہ! میری امت کے حال پر رحم فرما۔ اس موقع پر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے تئیں فکر مند ہیں۔

مجموعی طور پر ساری امت کے لیے خیر کو مانگ رہے ہیں۔ اے اللہ! میری امت پر رحم فرما، میری امت پر رحم فرما۔ اس کرب اور بے چینی سے میری امت کو نکال لیجیے، چنانچہ اللہ کی طرف سے کہا جائے گا ”اِنْطَلِقْ“ جائیے اور آپ کی امت کے وہ افراد جن کے لیے جہنم میں جانے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے، ان میں سے ہر اس شخص کو اس مقام سے باہر نکال لیجیے جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان پایا جاتا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس شفاعت کے نتیجہ میں بے شمار لوگوں کو جہنم سے خلاصی حاصل ہوگی۔ پھر آپ سجدے میں گر جائیں گے اور وہی کلمات و جملے جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھلائے تھے دہرائیں گے۔

اللہ کی رحمت پھر جوش میں آئے گی اور پھر یہی کہا جائے گا ”يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ“ محمد سر اُٹھائیے! مانگیے جو مانگنا ہے، عطا کیا جائے گا، سفارش کیجیے جس کی کرنی ہے، تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔ اس مرتبہ بھی آپ یہی کہیں گے ”يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي“ اے مالک میری امت کے لوگوں کے حال پر رحم فرما۔ اللہ فرمائیں گے جائیے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو نکال لیجیے، پہلے کہا جو کے دانے کے برابر پھر کہا ”مِثْقَالَ ذَرَّةٍ“ ذرہ کہتے ہیں رائی کے دانے کو، رائی کا دانا جو کے دانے سے بھی چھوٹا ہوتا ہے۔ آپ جائیں گے اور آپ کی

سفارش سے پھر بے شمار انسانوں کے لیے نجات کا فیصلہ ہوگا۔ پھر آکر سجدے میں گر جائیں گے اور وہی کلمات جو اللہ کے سکھلائے ہوئے ہوں گے پھر ان کو ادا کریں گے۔

اللہ کی رحمت پھر جوش میں آئے گی اور تیسری مرتبہ پھر یہی کہا جائے گا: "یَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعْ رَأْسَکَ سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ" اور بہت دیر ہوگئی مانگتے مانگتے ہم نے آپ کو یہ حق دیا ہے کہ مانگئے آپ کو جو مانگنا ہے۔ عطا کیا جائے گا۔ سفارش کیجیے جس کی کرنا چاہتے ہیں، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ آپ پھر یہی فرمائیں گے "یَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي" اس کے علاوہ کوئی اور چیز آپ کے ذہن ودماغ پر ہوگی ہی نہیں۔ اللہ فرمائیں گے جایئے "مَنْ کَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ ذَرَّةٍ" دو مرتبہ اللہ کی طرف سے کہا جائے گا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو یعنی رائی کے دانے کو بھی اگر آدھا کیا جائے، اس کے برابر بھی اگر کسی کے دل میں ایمان ہو تو اس کو بھی باہر نکال لو۔ (رواہ البخاری ۷۴۱۲)

اللہ کے کرم کا بھی دریا بہہ رہا ہوگا اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہم جیسے گنہگاروں کو بھی اس میں نہانے کا موقع مل رہا ہوگا۔ باری تعالیٰ آپ کی شفاعت سے ہم سب کو بہرہ ور فرمائے۔ بڑا محروم ہوگا وہ انسان جو اتنی عظیم شفاعت وسفارش میں بھی اپنا نام داخل نہ کرا سکے۔ اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی طرح ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا حق دار بنادے، مستحق بنادے۔ اپنے ایمان تو اس لائق نہیں ہیں کہ بیڑا پار کرائیں، نیّا پار ہوگی تو اللہ کے کرم سے ہوگی۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور سفارش ہی سے ہوگی اور آپ کی شفاعت انہیں لوگوں کو حاصل ہوگی جو آپ سے سچی محبت کرنے والے، آپ کی اداؤں پر مرنے والے، آپ کی سنتوں کو زندہ کرنے والے اور اپنی زبانوں کی خاص طور پر حفاظت کرنے والے ہیں۔

مسلم شریف کی روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ لعانین ہوں گے، جن کی زبانوں پر لعنت کے کلمات آتے رہتے ہوں گے وہ اللہ کی بارگاہ میں ہونے والی اس عظیم شفاعت وسفارش کے مستحق نہیں بن پائیں گے۔ زبان کی حفاظت کرنے میں اگر انسان کامیاب نہیں ہوگا تو وہ اتنے عظیم موقع پر بھی محروم ہوسکتا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ چوتھی مرتبہ پھر پیغمبر علیہ السلام سجدے میں جائیں گے اور اللہ کی حمد وثناء کریں گے پھر اللہ فرمائیں گے اے محمد! سر اُٹھایئے! آپ پھر کہیں گے "یَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي" تو آپ سے کہا جائے گا کہ جایئے اور جس نے ایک مرتبہ بھی "لَا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" صدق نیت سے کہہ دیا ہو اس کو نکال کر باہر لایئے، یہ ہے وہ شفاعت کبریٰ جو صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی۔ آپ کے علاوہ کسی اور کے حصے میں یہ چیز نہیں آئی۔ (رواہ البخاری ۷۵۱۰)

سود ایک معاشی لعنت

مولانا کلیم اللہ قاسمی معتمد دار الافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

سود ایک معاشرتی لعنت وعفریت ہے جس کی اقتصادی تباہ کاریوں نے غربت کے لہو سے سرمایہ داری کی ہمیشہ آبیاری کی ہے، اور غربت کے سسکتے وجود سے سرمایہ داری کی ہوس کو غذا بخشی ہے، چنانچہ اس لعنت میں مبتلا ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ نے یوں تنبیہ فرمائی ہے:

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ. (البقرۃ: ۲۷۹)

پھر اگر تم اس (سودخوری چھوڑنے کے حکم پر) عمل نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔

اسلام نے تجارت اور قرض دونوں میں سود کو حرام قرار دیا ہے، اور اس کے ارتکاب کو گناہ کبیرہ بتایا ہے، جو مسلمان سود کے حرام ہونے کا قائل نہ ہو، اس کے لئے اسلامی قانون کا فیصلہ ہے کہ وہ کافر ہے۔

یہ لعنت بہت پرانی ہے، اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں بھی یہ بیماری عام تھی، تاریخ بتاتی ہے کہ قریش مکہ اور یہود مدینہ میں سودی لین دین کا عام رواج تھا اور ساتھ ہی سود کی تباہ کاریوں کا بھی اقرار تھا، اور یہ حقیقت ہے کہ اس کو اختیار کرنے والے بھی اس کے مضر اثرات کے منکر نہیں رہے ہیں، البتہ ایک نئی بات یہ ضرور ہوئی کہ جب سے یوروپ کے دلال دنیا کی مسند اقتدار وتجارت پر چھائے ہیں انہوں نے مہاجنوں اور یہودیوں کے اس خاص کاروبار کو نئی شکلیں اور نئے نئے نام دے کر اس کا دائرہ اتنا عام اور وسیع کر دیا ہے کہ وہی سود جو پہلے انسان کی معاشرتی زندگی کا ایک گھن سمجھا جاتا تھا، آج معاشیات، اقتصادیات اور تجارت کے لئے ریڑھ کی ہڈی، سمجھا جانے لگا ہے اور اسلامی علوم سے کورے سطحی ذہن وفکر رکھنے والوں کو یقین ہو گیا ہے کہ آج کوئی تجارت یا صنعت یا اور کوئی معاشی نظام سود کے بغیر چل ہی نہیں سکتا، اگرچہ آج بھی اہل یورپ ہی میں سے وہ لوگ جو تقلید محض اور عصبیت سے بلند ہو کر توسیع نظر سے معاملات کا جائزہ لیتے ہیں اور جو معاشیات کا وسیع علم ہی نہیں، بلکہ اس کے عملی پہلوؤں پر گہری نظر بھی رکھتے ہیں، خود ان کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ سود معاشیات اور اقتصادی زندگی کے لئے ریڑھ کی ہڈی نہیں؛ بلکہ ایک ایسا کیڑا ہے جو ریڑھ کی ہڈی میں لگ گیا ہے، اور جب تک اس کیڑے کو نہ نکالا جائے گا، دنیا کی معاشیات میں جو اضطراب وہیجان ہے وہ ختم نہیں ہوگا۔

اس میں شبہ نہیں کہ آج دنیا میں سود کا لین دین جتنا وسیع ہوگیا ہے اور دنیا کے اس کونہ سے اس کونہ تک تمام ہی تجارتوں میں اس کا جال جس طرح بچھا دیا گیا ہے، افراد واشخاص کی کیا حیثیت اگر کوئی پورا طبقہ وجماعت بلکہ کوئی پورا ملک بھی اس سے نکلنا چاہے تو اس کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا کہ یا تو اپنی تجارت ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے یا نقصان برداشت کرتا رہے، یہی وجہ ہے کہ اب تو عام مسلمان تاجر الگ رہے، وہ دیندار پرہیز گار مسلمان تاجر جن کی اعتقادی اور عملی زندگی بڑی پاکیزہ اور مثالی ہے، اب انہوں نے بھی یہ سوچنا چھوڑ دیا ہے کہ سود جو حرام ترین چیز اور بدترین سرمایہ ہے اس سے کس طرح نجات حاصل کریں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان دیندار اور پابند شریعت مسلمانوں اور ایک خالص دنیادار مہاجن میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

لہٰذا سود کی اس ہمہ گیری کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان اس عام مجبوری کا سہارا لے کر اتنی بڑی لعنت سے بالکل بے پرواہ ہوکر بیٹھ جائیں، اور ان کے دل میں ذرہ برابر کھٹک بھی پیدا نہ ہو کہ وہ کتنی بڑی حرام چیز میں مبتلا ہیں، آج سود کے بارے میں جو تاویلیں کی جاتی ہیں یا اس کو جو نئی نئی شکلیں دی جاتی ہیں، یاد رکھئے سب اسی درجہ میں حرام ہیں، جس درجہ میں خود سود کی حرمت ہے، اس لئے مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے تجارتی معاملات کو اس انداز میں استوار کریں جس سے حتی الامکان اس لعنت سے نجات مل سکے، اگر موجودہ معاشی نظام میں اس حد تک تبدیلی ان کے بس میں نہیں ہے، کہ جس میں سود کا دخل نہ ہو تو کم سے کم اپنی ذاتی زندگی اور نجی معاملات ہی کو درست کریں، تاکہ سود کی لعنت سے اگر بالکل نجات نہ ملے تو کم از کم اس میں کمی ہی ہوجائے اور مسلمان ہونے کا یہ ادنیٰ تقاضا تو پورا ہی ہو کہ وہ حتی الامکان حرام سے بچنے کی فکر میں رہے۔

سود کھانے پر وعید

حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہؓ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کا ایک درہم یہ جاننے کے باوجود کھانا، کہ یہ سود ہے چھتیس مرتبہ زنا کرنے کے گناہ سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے، اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے، بیہقی نے اس روایت میں حضرت ابن عباسؓ کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جس شخص کا گوشت حرام مال سے پیدا ہوا ہو (یعنی جس شخص کی جسمانی نشو ونما حرام مال مثلاً سود ورشوت وغیرہ سے ہوئی ہو) وہ شخص دوزخ ہی کے لائق ہے۔ (مشکوۃ ۱/۲۴۵)

علماء کہتے ہیں کہ سود کھانے کے گناہ کو زنا کے گناہ سے بھی زیادہ سخت اور بڑا گناہ اس لئے کہا گیا ہے،

کہ سود کھانے والے کے حق میں اللہ تعالیٰ نے جتنی سخت اور غضبناک تنبیہ فرمائی ہے اتنی سخت اور غضبناک تنبیہ زنا کیا کسی بھی گناہ کے بارے میں نہیں فرمائی ہے، چنانچہ سود کھانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے یوں متنبہ کیا ہے:

فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. (البقرة: ۲۷۹) اعلان جنگ سن لو اللہ اور اس کے رسول کا۔

یہ بات ہر ذی شعور جانتا ہے کہ کسی کے خلاف اعلان جنگ کا کیا مطلب ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کا رسول جس شخص کے خلاف اعلان جنگ کرے یا جو شخص اللہ یا اس کے رسول سے برسر جنگ ہو اس کی محرومی اور شقاوت، بدبختی اور دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔ (مظاہر حق جدید ص: ۳۵-۶۵)

اتنی سخت وعید اور غضبناک تنبیہ کے باوجود لوگ اس لعنت میں گرفتار ہیں اور اکثر لوگ تو اسے حرام بھی تصور نہیں کرتے، اور ان کے ذہن وفکر، قلب و دماغ پر گمراہی و کجروی کی ظلمت اتنی چھائی ہوئی ہے کہ سود کو حلال سمجھتے ہیں جو غضب خداوندی کو دعوت دینے کے مرادف ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کے گناہ کے ستر درجے ہیں اور ان میں جو سب سے ادنیٰ درجہ ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنی ماں سے صحبت کرے۔ (مشکوۃ شریف ۱/۲۴۶)

بے برکت مال

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود (سے حاصل شدہ مال) خواہ کتنا ہی زیادہ ہو، مگر آخر کار اس میں کمی (یعنی بے برکتی) آجاتی ہے۔ (مشکوۃ شریف ۱/۲۴۶)

سودی ذرائع سے حاصل شدہ مال بظاہر تو بہت معلوم ہوتا ہے، مگر چونکہ سودی مال میں خیر و برکت کا کوئی جز نہیں ہوتا اس لئے انجام کار وہ مال اس طرح تباہ و برباد اور ختم ہوجاتا ہے، کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا، یہ محض ایک وعیدی بات نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو روزانہ نظروں کے سامنے آتی رہتی ہے، چنانچہ اس حقیقت کو قرآن کریم نے بھی ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ. (البقرة: ۲۷۶) اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ انسان جو سود کے ذریعہ حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو نیست و نابود کردیتا ہے، اور اگر انسان اپنی محنت اور حلال ذرائع سے مال کما کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے، گویا اس آیت میں سود اور صدقہ کو ایک ساتھ ذکر کر کے جہاں یہ واضح کیا کہ ان

دونوں کی حقیقت میں تضاد ہے، وہیں ان دونوں کے متضاد نتائج کی نشاندہی بھی کی گئی ہے، چنانچہ ان دونوں کی حقیقت میں تضاد یہ ہے کہ صدقہ میں بغیر کسی معاوضہ اور بغیر کسی لالچ کے انسان اپنا مال محض خدا کی خوشنودی کے لئے دوسروں کو دیتا ہے جب کہ سود میں بغیر کسی مالی معاوضہ کے انسان محض مال وزر کی ہوس میں اور دولت کی فراوانی کے جذبہ کے تحت دوسروں سے مال حاصل کرتا ہے۔

اسی طرح دونوں کی نیت اور غرض بھی بالکل جدا جدا ہوتی ہے، صدقہ کرنے والا محض اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کے لئے اپنے مال کو ختم کرنے یا کم کرنے کا فیصلہ کرکے زبردست ایثار کا ثبوت دیتا ہے، اور سود لینے والا محض دنیاوی حرص وطمع کی بناء پر اللہ اور اس کے رسول کے غصہ اور ناراضگی سے بالکل بے پرواہ ہوکر اپنے موجودہ مال میں ناجائز زیادتی کا خواہشمند ہوتا ہے، یہ تو سود اور صدقہ کی حقیقت کا تضاد تھا، دونوں کے نتائج کا تضاد یہ ہے، جو مال اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی پرواہ کئے بغیر ناجائز طریقہ یعنی سود کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے اسے اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے، یا اس میں سے برکت اٹھالیتا ہے۔

اس کے برخلاف جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی وخوشنودی کی خاطر اپنا مال دوسروں کو دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے مال کو بڑھا دیتا ہے اور اس کے مال میں خیر وبرکت عطا فرما دیتا ہے۔ (مستفاد: مظاہر حق ۶۶/۳، معارف القرآن ۵۹۰/۱)

اس بات کو سمجھ لینے کے بعد سودی کاروبار اور صدقہ وخیرات کرنے والوں کا جائزہ لیجئے تو یہ بات مشاہدہ میں آئے گی کہ سود خور کا مال اگر چہ بڑھتا ہوا نظر آتا ہے، مگر وہ بڑھنا ایسا ہی ہے، جیسے کسی انسان کا بدن ورم وغیرہ کے ذریعہ بڑھ جائے، یہ ورم اور سوجن بھی بدن کی زیادتی ہے، مگر کوئی سمجھدار انسان اس زیادتی کو پسند نہیں کرسکتا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ زیادتی موت کا پیغام ہے، اسی طرح سود خور کا مال کتنا ہی بڑھ جائے مگر مال کے فوائد وثمرات، یعنی راحت وعزت سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ (معارف القرآن ۵۹۱/۱)

ظاہری خوش حالی سے دھوکہ

آج کل سودی کاروبار عام ہے، چپہ چپہ میں سودی لین دین جاری ہے، سودخواروں کے یہاں ظاہری طور پر مال ودولت کی ریل پیل نظر آتی ہے، اسباب عیش وعشرت کی فراوانی دیکھ کر لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ آج کل سودخواروں کو تو بڑی سے بڑی ترقی اور راحت حاصل ہے، وہ کوٹھیوں، بنگلوں اور عالیشان عمارتوں کے مالک ہیں، نوکر، چاکر اور شان وشوکت کے تمام سامان موجود ہیں، ان کی یہ ظاہری خوشحالی دیکھ کر دھوکہ نہ کھایئے، ان تمام چیزوں کی کثرت وبہتات کے باوجود انہیں حقیقی چین وسکون

حاصل نہیں، ہزاروں افراد جو سودی لین دین کا شکار ہیں، ان کے پاس آپ کو سب کچھ ملے گا، مگر راحت وسکون کا نام نشان تک نہیں ہے، وہ اسی حرص وہوس کی بناء پر تجوریوں کو بھرنے میں ایسے مست ہیں کہ انہیں کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں اور نہ اپنی بیوی بچوں کے حقوق کا پاس ولحاظ ہے اور اس سے بھی آگے بڑھ کر تجربہ کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ نیند جیسی راحت وسکون والی نعمت سے محروم رہتے ہیں، امریکہ جیسے مالدار اور متمدن ملک کے متعلق بعض رپورٹوں سے معلوم ہوا کہ وہاں ۷۵ ؍فیصد آبادی خواب آور گولیوں کے بغیر سوہی نہیں سکتے، اور بعض اوقات تو یہ گولیاں بھی جواب دیدیتی ہیں، تو ایسی دولت کس کام کی؟

دوستو! سکون واطمینان اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے جو اطاعت گذار نیک بندوں کو ہی نصیب ہوتی ہے، خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بغاوت کرنے والوں کو یہ نعمت ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ (مستفاد معارف القرآن ۱/۵۹۱-۵۹۲)

سودخوروں کو عزت حاصل نہیں

ایک دنیا دار انسان مال ودولت کے انبار اسی لئے جمع کرتا ہے کہ اسے دنیا کا اطمینان وسکون اور راحت حاصل ہو اور وہ سماج ومعاشرہ میں عزت ووقار کی زندگی بسر کر سکے؛ لیکن سودخواروں کی راحت کا حال تو معلوم ہوا کہ ان کے یہاں ظاہری طور پر مال ودولت کی فراوانی اور عیش وعشرت اور راحت وآرام کے تمام تر اسباب کے باوجود ان بدنصیبوں کو حقیقی راحت واطمینان کی دولت نصیب نہیں ہوتی اور سکون قلب ودماغ جیسی اعلیٰ ترین نعمتوں سے قطعاً محروم ہوتے ہیں، رہا عزت ووقار کا معاملہ تو سودخوار چونکہ سود کی لعنت میں مسلسل مبتلا رہنے کی وجہ سے طبعی طور پر بے رحم اور سنگ دل بن جاتا ہے، اس لئے کہ اس کا تو پیشہ ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ مصیبت زدہ اور افلاس کے مارے لوگوں کی مصیبت ومفلسی سے ناجائز فائدہ اٹھائے، ان کا خون چوس کر اپنے بدن کو پالے، اس مقصد کے لئے وہ بھوک سے بلکتے ہوئے معصوم بچوں کے ہاتھ سے سوکھی روٹی کا ٹکڑا چھیننے اور افلاس وغربت کی ستائی ہوئی باحیا عورت کے جسم پر لپٹا ہوا کپڑا اتار لینے سے بھی دریغ نہیں کرتا، ایسی شقاوت اور سنگ دلی کی موجودگی میں یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں سودخور کی عزت ووقار کے لئے کوئی گوشہ ہو۔ آپ اپنی آبادی کے کسی بھی ایسے شخص پر نظر ڈال کر دیکھ لیجئے، چاہے اس کی تجوریاں سونے چاندی اور روپیوں کے کتنے ہی بڑے ذخیروں سے بھری پڑی ہوں، اس کے گھر میں مال وزر کے کتنے ہی خزانے محفوظ ہوں؛ لیکن ان تمام چیزوں کے باوجود اسے عزت

ووقار کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا، معاشرہ میں اس کی حیثیت اس درندے کے مثل ہوتی ہے، جو اپنے پنجوں سے انسانوں کے جسم کو نوچ نوچ کر ہڈی کے ڈھانچے میں تبدیل کردیتا ہے، ایسے شخص کو انسانی شرافت واحترام کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۱/۵۹۲)

بین الاقوامی بے چینی

بات جب نکلی ہے تو سود خوری کے ایک اور پہلو پر نظر ڈال لیجئے، بڑی مصیبت یہ ہے کہ سائنسی ارتقاء اور مادی عروج نے انسانوں کو جینے کا سلیقہ کیا بخشا کہ سوچنے سمجھنے کے ڈھنگ تک بدل گئے آج کا انسانی ذہن، علم ودانش کی فراوانی اور فہم وفراست کی پختگی کے دعوے کے باوجود غور وفکر کے ایک مخصوص نہج سے آگے نہیں بڑھ سکا ہے، آج کی دنیا نے انسان کے گرد خالص مادی سانچے میں ڈھلے ذہن جدید کے مصنوعی نظریات کا جو حصار کھینچ دیا ہے اس نے سوجھ بوجھ کی تمام صلاحیتوں کو سیم وزر کے ایک خاص ماحول میں مقید کردیا ہے اور احساسات فکر ونظر کو حقیقی اچھائی اور برائی کی قوت امتیاز سے محروم کرکے صرف دنیا کے وقتی اور ظاہری فائدوں اور تن آسانیوں کا اسیر بنادیا ہے، اسی لئے آج ہمیشہ کی تسلیم شدہ صداقتیں قابل انکار ہوگئی ہیں، اور ہزاروں سال پرانے اٹل اور حقیقی نظریات قابل شکست وریخت سمجھے جانے لگے ہیں۔

اسلام کی یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ سود حرام ہے، ہر فرد کے لئے ہر طبقہ کے لئے، ہر زمانہ کے لئے اور ہر حالت میں، لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں، جو اگرچہ بظاہر پڑھے لکھے ہیں، لیکن عہد حاضر کے مصنوعی افکار ونظریات نے انہیں دین وشریعت کے حقیقی راستے سے دور کررکھا ہے اور ان کے ذہن وفکر پر موجودہ دور کی مخصوص چھاپ نے انہیں جہالت کی وادیوں میں بھٹکا رکھا ہے، ان کے نزدیک نہ صرف حرمت سود جیسی مسلمہ حقیقت آج کے زمانہ میں ایک ناقابل عمل چیز ہے، بلکہ مادی خوشحالی اور تجارتی کامیابیوں کی راہ میں ایک رکاوٹ بھی ہے۔

ان کے نقطہ نظر سے آج کا معاشی نظام جو سود کی جکڑ بندیوں میں محصور ہے صرف ایک فرد ایک قوم ایک ملک ہی کے لئے نہیں، بلکہ پوری دنیا کے اقتصادی استحکام اور بنی نوع انسان کی معاشی خوشحالی کا ضامن ہے، وہ بڑے بڑے سرمایہ دار ملک جنہوں نے سود کی شکل میں غریب قوموں اور ترقی پذیر ملکوں کی اقتصادیات ومعاشیات کی روح کھینچ کر ان کو دنیا کا دریوزہ گر بنادیا ہے، ان دیوانوں کی نظر میں بنی نوع انسان کی معاشی فلاح وبہبود اور ان کے اقتصادی اطمینان کے واحد سہارے ہیں، یہ لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ سرمایہ دار طاقتوں نے غریب ملکوں اور اقتصادی بدحالی کی شکار قوموں کے لئے اپنے خزانوں کے جو منہ کھول رکھے ہیں، وہ درحقیقت

عالمی بھائی چارگی اور بین الاقوامی اقتصادی خوشحالی کے تئیں ان کے حقیقی جذبات ایثار وہمدردی کا مظہر ہیں۔

حالانکہ اگر ذرا بھی غور وفکر سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہوکر سامنے آجائے گی کہ یہ سب کچھ اسی ہوس وعیاری کا ترقی یافتہ راستہ ہے، جس پر چل کر پہلے تو ایک انسان نے دوسرے انسان کا خون چوسا اور اب اسی راستہ پر گامزن رہ کر ایک قوم اور ایک ملک دوسری قوموں اور دوسرے ملکوں کا خون چوس رہے ہیں، کہ پہلے ایک فرد یا ایک طبقہ سود کی اقتصادی تباہ کاری کا شکار ہوا کرتا تھا، اور اسے محسوس بھی کرتا تھا، لیکن آج پورے پورے ملک اور پوری پوری قومیں سود کی اقتصادی تباہ کاری کا غیر محسوس طور پر شکار ہوکر اپنے باوقار وجود کو سودخواروں کے پاس رہن رکھ چکی ہیں، جن دانشوروں کی نظر دنیا کے ان اقتصادی منصوبوں پر ہے، جن کے تحت سرمایہ دار ممالک پسماندہ قوموں اور ترقی پذیر ملکوں کو ہر سال اربوں ڈالر کے امدادی قرض دیتے ہیں، وہ جانتے ہیں، یہ ممالک کس طرح سود کی شکل میں ان غریب ملکوں کی اقتصادی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ کر اپنے ملک کے خزانے بھر رہے ہیں۔

اس حقیقت سے کون باہوش انکار کرسکتا ہے، کہ ان سودخور ملکوں کی سودخوری نے دنیا کے ان تمام غریب ملکوں کے اقتصادی نظام میں جو شومئی قسمت سے اپنے وسائل اور اپنے دست وبازو کی قوت محنت پر بھروسہ نہ کرکے سرمایہ دار ملکوں کے جال فریب میں پھنس گئے ہیں، غربت وافلاس اور مالی بدحالی کا ایسا زہر گھول دیا ہے، کہ ان کا تمام تر معاشی ڈھانچہ اپنی جگہ چھوڑ چکا ہے، اور اقتصادی موت کے دروازہ پر پہنچ گیا ہے، اس صورتِ حال نے دنیا کے امن وسکون کو بھی متزلزل کرکے رکھ دیا ہے۔

آج آپ کو کتنے ہی ایسے ملک نظر آئیں گے، جن کی سیاسی اور ملکی پالیسیوں کی باگ ڈور انہیں سودخوار ملکوں کے ہاتھوں میں گروی رکھی جاچکی ہے، ان ملکوں کے وہ مسائل ومعاملات، جن پر پوری دنیا کے امن وسکون کا دارومدار ہے، اپنے ملک کے مدبرین کے ناخن تدبیر سے محض اس وجہ سے نکل کر سودخوروں کی اپنی پالیسیوں کی بھینٹ چڑھ گئے ہیں، کہ ان کی اقتصادی زندگی کا تمام تر دارومدار انہیں سودخوروں کے امدادی اور سودی قرضوں پر ہے۔

ان مسائل کا حل چونکہ ان کی سیاسی اور اقتصادی پالیسی کے خلاف ہے، اس لئے وہ ان کو دنیا پر اس طرح معلق کئے ہوئے ہیں کہ آج ان کی وجہ سے قوموں کی قومیں اور ملک کے ملک اپنی داخلی بے چینیوں، بے اطمینانیوں اور مایوسیوں کا شکار ہوکر موت وحیات کی کش مکش میں مبتلا ہیں، اس لئے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے، کہ آج دنیا پر سیاسی، بے اطمینانی اور اقتصادی بے چینی کا جو مہیب بادل چھایا ہوا ہے، وہ دراصل سودخوروں کا مسلط کیا ہوا ہے جس سے کوندنے والی برق کسی بھی لمحہ بنی نوع انسان کے پورے جسم کو بھسم کرسکتی ہے۔ (مظاہر حق ۶۹/۳-۷۰)

اَولیاتِ صحابہؓ:

مدینہ منورہ کے اَولین مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم

مولانا مفتی ابوجندل قاسمی صاحب اُستاذِ حدیث مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ ضلع مظفرنگر

(۴) حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام لیلیٰ، کنیت اُم عبداللہ، آپ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی زوجۂ محترمہ ہیں، والد کا نام ابوحثمہ، فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے، آپ کی والدہ حضرت ابوحثمہ رضی اللہ عنہ کی امّ ولد تھیں، سلسلۂ نسب یہ ہے: لیلیٰ بنت ابی حثمہ بن حذیفہ بن غانم بن عامر بن عبداللہ بن عوف بن عُبید بن عُویج بن عدی بن کعب بن لوی القرشیہ العدویہ۔

حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ اور آپ کے شوہر عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہما دونوں قدیم الاسلام ہیں، اسلام لانے کے بعد جب مسلمانوں کو کفار ومشرکین نے ستانا شروع کیا تو آپ کے شوہر عامر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، ساتھ میں آپ بھی گئیں، اور حبشہ کی دونوں ہجرتیں کیں، اور پھر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی، اور ایک قول کے مطابق عورتوں میں سب سے پہلے ہجرت کرنے کا شرف آپ کو حاصل ہوا۔ اسی طرح دونوں قبلوں (بیت المقدس وبیت اللہ) کی جانب آپ نے نماز پڑھی ہے، آپ کے اس سے زیادہ حالات دستیاب نہیں ہوسکے۔ (اسد الغابہ ۷/۲۴۹ ترجمہ ۷۲۶۱، الاستیعاب ۲/۵۶۳ ترجمہ ۳۴۹۲، المستدرک للحاکم/ کتاب معرفۃ الصحابہ ۴/۱۴۹ حدیث: ۶۹۷۳، طبقات ابن سعد/ الطبقۃ الرابعۃ من الصحابۃ ۶/۱۰۴)

حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ رضی اللہ عنہا کے صاحب زادے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ایک دن جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے، میری والدہ نے مجھے پکارا اور کہا: ”ھَا تَعَالَ اُعْطِیْکَ“ بڑھ کے آ، میں تجھے کچھ دوں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ماں سے فرمایا: ”وَ مَا اَرَدْتِّ اَنْ تُعْطِیَهٗ“؟ تم نے اس کو کیا چیز دینے کا ارادہ کیا ہے؟ میری ماں نے عرض کیا کہ: ”میں نے اس کو ایک کھجور دینے کا ارادہ کیا ہے“، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: ''اَمَا اَنَّکِ لَوْ لَمْ تُعْطِیْهِ شَیْئًا کُتِبَتْ عَلَیْکِ کَذِبَةٌ'' یاد رکھو اگر اس کہنے کے بعد تم اس بچے کو کوئی بھی چیز نہ دیتیں تو تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔ گویا بچوں کو بہلانے کے لیے بھی جھوٹ بولنا ممنوع ہے۔ (سنن ابوداؤد/ باب التشدید فی الکذب ۶۸۱/۲، معارف الحدیث ۲۷۰/۲) رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا

(۵) حضرت اُم کلثوم بنت عقبہ بن ابی مُعَیط رضی اللہ عنہا

آپ کے نام کا علم نہیں ہوسکا، ام کلثوم کنیت، والد کی طرف سے سلسلۂ نسب یہ ہے: ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشیہ الامویہ۔ اور والدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب یہ ہے: اَروٰی بنت کُرَیز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اخیافی بہن ہیں۔

مکہ مکرمہ میں اسلام لائیں، دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئیں، اور سن ۶ ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد حضرت ام کلثومؓ نے قبیلہ بنوخزاعہ کے ایک شخص کے ہمراہ پیدل مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، چونکہ آپ گھر سے بھاگ کر نکلی تھیں، اس لیے ان کے دو بھائی ولید اور عمارہ پیچھے پیچھے مدینہ منورہ پہنچے، حضرت ام کلثومؓ نے فریاد کی کہ مجھ کو اپنے ایمان کا خوف ہے، میں عورت ہوں اور عورتیں کمزور ہوتی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ میں یہ شرط لگائی تھی کہ قریش کا کوئی آدمی مسلمان ہوکر مدینہ منورہ آئے گا تو وہ واپس کردیا جائے گا، اس لیے حضرت ام کلثومؓ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فکر ہوئی؛ لیکن چونکہ اس دفعہ میں عورتیں داخل ہی نہ تھیں، اس لیے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْٓا اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ، اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ، فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ.

جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کرکے آئیں تو ان کا امتحان لو، خدا ان کے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے، پس اگر تم کو معلوم ہو کہ وہ مسلمان ہیں تو اُن کو کافروں کی طرف واپس نہ بھیجو۔

(الممتحنة: ۱۰)

چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو واپس کرنے سے انکار فرما دیا۔

نکاح اور وفات

حضرت ام کلثومؓ اب تک بے نکاحی تھیں، اس لیے آپ کا نکاح حضرت زید بن حارثہؓ سے کر دیا گیا، جب حضرت زیدؓ نے غزوۂ موتہ میں شہادت پائی، تو آپ حضرت زبیر بن العوامؓ کی زوجیت میں آئیں؛ لیکن انہوں نے طلاق دے دی، اس کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے نکاح ہوا، ان کی وفات کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ سے نکاح ہوا اور یہ آخری نکاح تھا، اس نکاح کے ایک مہینہ کے بعد جب کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ مصر کے حاکم تھے، حضرت ام کلثومؓ نے وفات پائی۔

اولاد

حضرت ام کلثومؓ کے ہاں حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے کوئی اولاد نہیں پیدا ہوئی، جب کہ حضرت زبیرؓ سے ایک صاحبزادی زینب اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے چار صاحبزادے: ابراہیم، حمید، محمد اور اسماعیل پیدا ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا

(۶) حضرت فارعہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

فارعہ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشیہ الأموية۔ زوجۂ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ، جب کہ بعض حضرات نے آپ کو عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت ابو احمد عبد بن جحش رضی اللہ عنہ کی زوجہ بتایا ہے، واللہ اعلم۔ حضرت فارعہ رضی اللہ عنہا کے اس سے زیادہ حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ (اسد الغابہ ۷/۲۱۰ ترجمہ ۷۱۷۰) رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا

شخصیات: آخری قسط

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ

(۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء......۱۳۶۲ھ/۱۹۴۴ء)

تحریر:- عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دُنیا کا عارضی قیام

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ایک دن اس دُنیا سے جانا ہے یا نہیں؟ یا کہیں ایسا سوپ یا ایسا کوئی وٹامن یا کوئی آبِ حیات تو نہیں پیا کہ جانا ہی نہ ہو۔ پھر جب جائیں گے تو ہم اپنے ساتھ کیا کیا لے جائیں گے؟ ٹیلی ویژن کے کون کون سے پروگرام لے جائیں گے اور وی سی آر کے کتنے سیٹ لے جائیں گے اور موبائل فون بھی لے جائیں گے؟ کچھ نہیں لے جاؤ گے، کچھ نہیں لے جاؤ گے، کتنے ہی فیکٹری کے بڑے مالک بن جاؤ، کروڑ پتی بن جاؤ مگر جانا ہے تو صرف کفن لے جاؤ گے، موت آنے سے پہلے ہی جب موت کی بے ہوشی آتی ہے، اُسی وقت سے فیکٹری مالکان اپنی فیکٹریوں سے بے خبر ہو جاتے ہیں، اُن کا اکاؤنٹنٹ آ کر بتاتا ہے کہ ابھی ابھی ایک کروڑ کا نفع ہوا، مگر سیٹھ صاحب سنتے ہی نہیں کیوں کہ موت کی بے ہوشی طاری ہے، آکسیجن لگی ہوئی ہے۔ اکبر الہ آبادیؒ جج ہونے کے باوجود کیا پیارا شعر کہتا ہے:

قضا کے سامنے بے کار ہوتے ہیں حواس اکبر ❖ کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

یعنی موت آتی ہے تو زندگی ہی میں حواس بے کار ہو جاتے ہیں۔ کان سے کچھ سنائی نہیں دیتا، آنکھ موجود ہے مگر دکھائی نہیں دیتا، نوٹ کی گڈیاں گن نہیں سکتا، شامی کباب اور پاپڑ نہیں کھا سکتا۔

صالحین کا اختلاف

بعض صالحین میں بھی آپس میں اختلاف رہتا ہے، ایک دوسرے سے مزاج نہیں ملتا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے دو خلیفہ تھے اور دونوں میں بول چال بند تھی، دونوں ایک دوسرے سے بات نہیں کرتے تھے نہ ملتے جلتے تھے اور دونوں ایک ہی شہر میں رہتے تھے، کسی نے لکھا کہ حضرت دونوں آپ کے

خلیفہ ہیں، آپ دونوں میں میل ملاپ کیوں نہیں کرادیتے، حکم دے دیجیے کہ دونوں گلے مل لیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ان کا اِختلاف ان کے اِتفاق سے افضل ہے، اگر ملاؤں گا تو اور لڑیں گے اس لیے دور دور رہیں تو اچھا ہے۔ ایک کا نام ماسٹر ثامن تھا اور دوسرے کا نام ماسٹر کرم اِلٰہی تھا۔ دونوں بہت موٹے تھے، لکھیم پور کے رہنے والے تھے، جہاں جنگل بہت ہیں۔ شکار کرنے کے لیے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک ہاتھی پر بیٹھے اور یہ دونوں جن میں بول چال بند تھی لیکن جب کہیں مل جاتے تھے تو سلام کر لیتے تھے یہ دونوں دوسرے ہاتھی پر بیٹھے۔ اِتفاق سے کیچڑ زیادہ تھی تو ہاتھی چلتے چلتے رُک جاتا جیسے کیچڑ میں دھنس رہا ہو۔ خواجہ صاحبؒ نے جو یہ منظر دیکھا تو اپنے ہاتھی پر سے زور سے فرمایا:

ایک ہاتھی پر ہیں دو ہاتھی سوار ❖ کیوں نہ پھر دھنس جائے ہاتھی بار بار

حسن فانی دل لگانے کے قابل نہیں

اس لیے اللہ کی محبت سیکھنے کے لیے اللہ والوں کی صحبت اختیار کرو، اللہ والوں کے ناز اُٹھاؤ، آج کل یہ نوجوان بچے بے پردہ اوران انگریزی (کرسچن) لڑکیوں کے چکر میں آکر ماں باپ کی محبت کم کردیتے ہیں اوران چکروں میں پڑ جاتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ ان کے چہرے کا جغرافیہ بدلے گا یا نہیں؟ آج اگر بیس سال کی لڑکی ہے تو ساٹھ سال کی بڈھی ہوگی تب اپنا مصنوعی دانت نکال کر برش کر رہی ہوگی، بال کی چٹیا سفید ہوگئی ہوگی اور گردن بھی ہل رہی ہوگی، کمر جھک رہی ہوگی تو آپ کو عالمِ شباب پر رونا آئے گا یا نہیں؟ اب میرا شعر سنیے:

کمر جھک کے مثل کمانی ہوئی ❖ کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

اور:

ان کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی ❖ کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

اور:

یوں تو دُنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی ❖ قبر میں جاتے ہی دُنیا کی حقیقت کھل گئی

خواجہ عزیز الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ میرے شیخ نے سنایا۔ علم سماعی بھی عجیب نعمت ہے۔ صحابہؓ کی سنت یہی ہے کہ ان حضرات کے کان براہِ راست زبانِ نبوت سے علم حاصل کرتے تھے۔ بزرگوں کی

باتیں سن کر جو علم آتا ہے وہ بڑا موٴثر ہوتا ہے۔ وہ دِل ہوتا ہے زبان دِل کا ترجمان اور کان دِل کا ترجمان، دِل سے جو بات نکلتی ہے دُوسرا دِل اُس کو کان کے ذریعہ سے کھینچ لیتا ہے، کان بھی قِیف کی طرح سے ہے۔

یہ خزاں ہے جو باندازِ بہار آئی ہے

تو فرمایا کہ میں لکھنؤ گیا تو لکھنؤ میں پورا شہر سجا ہوا تھا۔ کیوں؟ وائسرائے کی آمد تھی، خواجہ صاحبؒ بھی ساتھ تھے، خواجہ صاحبؒ نے میرے شیخ کا بستر اپنے سر پر رکھا جب کہ برابر کے خلیفہ وہ بھی تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ کے خلیفہ خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ نے حضرتؒ سے فرمایا کہ میں خلیفہ تو ہوں؛ لیکن غیر عالم ہوں اور آپ عالم خلیفہ ہیں، اِس لیے آپ کا بستر سر پر رکھنے کو سعادت سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد تھوڑی دیر میں جلدی سے قلی کو بلاکر اُس کے سر پر رکھ دیا اور یہ فرمایا کہ حضرت ایک سی آئی ڈِی آ گیا ہے؛ کیوں کہ میں ڈِپٹی کلکٹر ہوں اور انگریز بڑا ظالم ہے، فوراً میرے خلاف کوئی رپورٹ لکھ دے گا، تو میری نوکری خطرے میں پڑ جائے گی کہ یہ ڈپٹی کلکٹر ہوکر قلی بن جاتا ہے۔

جگر مراد آبادیؒ کی خواجہ صاحبؒ سے ملاقات

یہاں ایک بات یاد آئی، جب اللہ تعالیٰ ہدایت کا دروازہ کھولتا ہے تو جگر مراد آبادی جیسا شرابی توبہ کرتا ہے۔ میر صاحب جو میرے رفیق سفر ہیں، اُنھوں نے جگر مراد آبادی کو دیکھا ہے، اتنا پیتا تھا کہ دو آدمی اُٹھا کر اُس کو مشاعرہ میں لے جاتے تھے مگر ظالم کی آواز ایسی غضب کی تھی کہ مشاعرہ ہاتھ میں لیتا تھا؛ لیکن جب ہدایت کا وقت آ گیا تو دِل میں اختلاج شروع ہوا۔ گھبراہٹ شروع ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دِکھاؤں گا؟ جب ہدایت کا وقت آیا تو دِل کو پتہ چل گیا کہ کوئی ہمیں یاد کر رہا ہے:

محبت دونوں عالم میں یہی جاکر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اسی کو یادِ یار آئی

حضرت بنانیؒ تابعی ہیں۔ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ کو یاد فرماتے ہیں تو مجھ کو پتہ چل جاتا ہے کہ اللہ مجھے یاد فرما رہے ہیں۔ خادم نے پوچھا کہ اس کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا کہ دلیل قرآن پاک کی ہے: ”تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔“ ﴿فَاذْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ﴾

بہر حال جب جگر صاحبؒ کو اللہ نے جذب عطا فرمایا، تو اس کے آثار ظاہر ہونے لگے:

سن لے اے دوست! جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

غرض اب جگرؒ کی ہدایت کا آغاز ہوتا ہے۔ آغازِ ہدایت اس شعر سے ملا:

پینے کو تو بے حساب پی لی
اب ہے روزِ حساب کا دھڑکا

یعنی اب دِل دھڑک رہا ہے کہ قیامت کے دن اللہ کو کیا جواب دوں گا؟ جب وہ پوچھے گا کہ ظالم میں نے شراب کو حرام کیا تھا اور تو اس قدر پیتا تھا، تجھے شرم نہ آئی، خیال یہ ہوا کہ مجھے قیامت کے دِن پیش ہونا ہے۔ پس فوراً خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب (خلیفہ حکیم الامت، مجددُ الملّت مولانا اَشرف علی صاحب تھانویؒ، اور ان کے اشعار کا مجموعہ کلام ''کشکولِ مجذوبؒ'' کے نام سے موجود ہے) سے مشورہ لیا کہ خواجہ! آپ کیسے اللہ والے ہوگئے؟ کس کی محبت نے آپ کو متبعِ سنت بنایا؟ آپ تو ڈپٹی کلکٹر ہیں۔ ڈپٹی کلکٹر اور گول ٹوپی اور لمبا کرتا اور عربی پاجامہ اور ہاتھ میں تسبیح!! میں نے دُنیا میں کہیں ایسا ڈپٹی کلکٹر نہیں دیکھا ہے۔ یہ آپ کی ''ٹر'' کس نے نکال دِی اے مسٹر؟ فرمایا: تھانہ بھون میں حکیم الامت نے یہ ٹر نکالی، مسٹر کی ''ٹر'' کو مس کر دیا۔ تو کہا کہ مجھ جیسا شرابی بھی تھانہ بھون جا سکتا ہے؟ شرط یہ ہے کہ میں وہاں بھی پیوں گا؛ کیوں کہ اس کے بغیر میرا گذارہ نہیں۔ خواجہ صاحبؒ تھانہ بھون پہنچے اور کہا کہ جگر صاحب اپنی اِصلاح کے لیے آنا چاہتے ہیں؛ لیکن کہتے ہیں کہ میں خانقاہ میں بھی بغیر پیے نہیں رہ سکتا۔ اور جگر کا لکھا ہوا رُقعہ جس پر صرف ایک شعر موجود تھا۔ حضرت مولانا تھانویؒ کی خدمت میں پیش کر دیا:

بہ سرِ تو ساقی مستِ من آید سرورِ بے طلبی خوشم
اگرم شراب نمی دھد بہ خمارِ تشنہ لبی خوشم

(''اے میرے مدہوش ساقی! تیرے دِل میں یہ بات ہے کہ میں تجھ سے کچھ نہ مانگوں۔ ٹھیک ہے اگر تو مجھے شراب نہیں دیتا تو میں اِسی تشنہ لبی کے خمار میں ہی خوش ہوں۔'') (جگر)

مولانا خود بھی فارسی شاعری کا درک رکھتے تھے، چناں چہ اُنہوں نے جگر کے خط کو پڑھا تو اُن کی

مراد سمجھ گئے۔ اُس کے بعد اُنھوں نے کاغذ کے دُوسری جانب مندرجہ ذیل شعر لکھ کر جگر کو واپس بھجوادیا:

نہ بہ نثرِ نا تو بے بدل، نہ بہ نظم شاعر خوش غزل
بہ غلامیٔ شہہ عزوجل و بہ عاشقیٔ نبی خوشم

(''اے جگر تیرا تو یہ حال ہے لیکن میرا یہ حال ہے کہ نہ میرا کسی عظیم ادیب کی تحریر میں دِل لگتا ہے اور نہ ہی مجھے کسی بڑے شاعر کی شاعری خوش کرتی ہے؛ بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں اور اپنے پیارے نبی کی غلامی میں ہی خوش رہتا ہوں''۔)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے مسکرا کر کہا کہ جگر صاحب سے میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اشرف علی ان کو اپنے مکان میں ٹھہرائے گا، خانقاہ تو ایک قومی اِدارہ ہے، اس میں تو ہم اِجازت دینے سے مجبور ہیں؛ لیکن ان کو میں اپنا مہمان بناؤں گا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں جب کافر کو بھی مہمان بناتے تھے، تو اشرف علی ایک گنہگار مسلمان کو کیوں مہمان نہ بنائے گا، جو اپنے علاج اور اصلاح کے لیے آرہا ہے؟ جگر صاحب نے جب یہ سنا تو رونے لگے اور کہا کہ آہ! ہم تو سمجھتے تھے کہ اللہ والے گنہگاروں سے نفرت کرتے ہوں گے؛ لیکن آج پتہ چلا کہ اُن کا قلب کتنا وسیع ہوتا ہے۔

بس تھانہ بھون پہنچ گئے اور عرض کیا کہ حضرت اپنے ہاتھ پر توبہ کرادیجئے اور چار باتوں کے لیے دُعا کیجئے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ میں شراب چھوڑ دوں، پرانی عادت ہے:

چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

اللہ تعالیٰ کے کرم سے اب مے نوشی چھوڑنے کا ارادہ کرلیا اور دوسری درخواست دعا یہ کہ مجھ کو حج نصیب ہوجائے۔ تیسری درخواست کہ میں داڑھی رکھ لوں اور چوتھی درخواست کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔ حضرت نے دعا فرمائی۔ اور صاحبانِ مجلس نے آمین کہا۔

بعد ازاں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جگر سے کچھ سنانے کی فرمائش کی۔ جگر نے محفل میں نہایت سوز و گداز سے اپنی یہ غزل سنائی:

کسی صورت نمودِ سوزِ پنہانی نہیں جاتی ❖ بجھا جاتا ہے دل چہرے کی تابانی نہیں جاتی
صداقت ہو تو دل سینوں سے کھنچنے لگتے ہیں واعظ ❖ حقیقت خود کو منوا لیتی ہے، مانی نہیں جاتی

چلے جاتے ہیں بڑھ بڑھ کر مٹے جاتے ہیں گر گر کر ❖ حضورِ شمعِ پروانوں کی نادانی نہیں جاتی
وہ یوں دل سے گزرتے ہیں کہ آہٹ تک نہیں ہوتی ❖ وہ یوں آواز دیتے ہیں کہ پہچانی نہیں جاتی
محبت میں ایک ایسا وقت بھی دل پر گزرتا ہے ❖ کہ آنسو خشک ہوجاتے ہیں طغیانی نہیں جاتی
جگر وہ بھی تو سرتاپا محبت ہی محبت ہیں ❖ مگر اِن کی محبت صاف پہچانی نہیں جاتی

جگر تھانہ بھون سے واپس آئے تو شراب چھوڑ دی، توبہ کرلی شراب چھوڑنے سے بیمار ہوگئے۔ ڈاکٹروں کے بورڈ نے معائنہ کیا اور کہا کہ جگر صاحب آپ کی موت سے ہم بے کیف ہوجائیں گے، آپ قوم کی امانت ہیں تو تھوڑی سی پی لیجیے؛ تاکہ آپ زندہ تو رہیں۔ جگر صاحب نے کہا کہ اگر میں تھوڑی تھوڑی پیتا رہوں گا تو کب تک جیتا رہوں گا؟ ڈاکٹروں نے کہا کہ پانچ دس سال اور چل جائیں گے۔ فرمایا کہ دس سال کے بعد اگر میں شراب پیتے ہوئے اس گناہِ کبیرہ کی حالت میں مروں گا تو اللہ کے غضب اور قہر کے سائے میں مروں گا، اور اگر ابھی مرتا ہوں جیسا کہ آپ لوگ مجھے ڈرا رہے ہیں کہ نہ پینے سے تم مرجاؤ گے تو میں اس موت کو پیار کرتا ہوں۔ ایسی موت کو میں عزیز رکھتا ہوں؛ کیوں کہ اگر جگر کو شراب چھوڑنے سے موت آئی تو اللہ کی رحمت کے سائے میں جاؤں گا؛ کیونکہ یہ موت خدا کی راہ میں ہوگی کہ میرے بندہ نے ایک گناہ چھوڑ دیا، اس غم میں یہ مرا ہے میری نافرمانی چھوڑنے کے غم میں اسے موت آئی ہے، میرے قہر وغضب کے اعمال چھوڑنے میں میرے بندہ نے جان دی ہے، یہ شہادت کی موت ہے۔

غرض جگر صاحب نے شراب چھوڑ دی اور جب حج کو جانے لگے تو داڑھی پوری ایک مشت رکھی۔ سوچا کہ اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا اور روضۂ مبارک پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا۔

غالباً اسی زمانہ کی بات ہے کہ ایک مرتبہ تانگے میں سوار ہوکر کہیں جا رہے تھے، تانگے والا بار بار نہایت ترنم سے یہ شعر پڑھ رہا تھا:

چلو دیکھ آئیں تماشا جگر کا ❖ سنا ہے وہ کافر مسلماں ہوا ہے

تھوڑی دیر بعد تانگے والے نے پچھلی نشست سے ہچکیوں کی آواز سنی، پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک مولوی صاحب رو رہے تھے۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ یہی جگر مرادآبادی ہیں۔

حج کے متعلق دعا بھی قبول ہوئی، ۱۹۵۹ء میں جگر کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوگئی۔ حج کے ایام میں ایک اتفاقی حادثہ کے سبب جگر کو مدینہ منورہ میں زیادہ دنوں تک قیام کا موقع بھی مل گیا۔ حج کے

بعد جگر صاحب اکثر بے تکلف احباب میں فرمایا کرتے تھے۔ ''میں نے دعائیں کروائیں تھیں، تین تو میری زندگی میں ہی پوری ہوگئیں اور چوتھی دعا کہ (خدا میری مغفرت کردے) بھی اِن شاء اللہ قبول ہوگی''۔

جگر صاحب کا اصل میدان غزل تھا۔اسی میدان کے شاہ سوار تھے؛ لیکن شاید بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ جگر نے کچھ نعتیں بھی کہیں۔شراب نوشی چھوڑنے کے بعد جگر نے جو پہلی نعت کہی وہ مکمل نعت اور واقعہ پہلے عرض ہو چکا ہے۔،اس کا مطلع یہ ہے:

اِک رند ہے اور مدحتِ سلطانِ مدینہ ❖ ہاں اِیک نظرِ رحمت سلطانِ مدینہ

خواجہ صاحبؒ کا غلبہ حال:

ایک بار غلبہ حال میں خواجہ عزیز الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشعار کہے:

مجھے دوست چھوڑ دیں سب کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی مجھے کل جہاں نہ پوچھے

شب وروز میں ہوں مجذوبؔ اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

خواجہ صاحب نے یہ اشعار غلبہ حال میں کہے ہیں لیکن غلبہ حال وقتی ہوتا ہے، یہ کیفیت باقی نہیں رہتی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خواجہ صاحبؒ کا عمل ہمیشہ اس کے خلاف رہا ہے۔خواجہ صاحبؒ ہمیشہ اپنے اللہ والے دوستوں میں رہتے تھے اور اپنے اشعار سے خود بھی مست ہوتے تھے اور دوسروں کو بھی مست کرتے تھے اور اپنے شیخ کے عاشق تھے،حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد بھی گوشۂ تنہائی میں نہیں بیٹھے بلکہ اپنے دل کو بہلانے کے لیے اپنے پیر بھائیوں کے پاس چلے جاتے تھے۔کبھی ایک پیر بھائی کے پاس،کبھی دوسرے پیر بھائی کے پاس۔میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی تشریف لاتے تھے۔شیخ کی جدائی میں بے قرار رہتے تھے اور پیر بھائیوں کو دیکھ کر تسلی حاصل کرتے تھے۔اِنسان انس سے ہے،اس لیے ایک دوسرے سے مل کر اس کو تسلی ہوتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مناسبت ہو۔

خواجہ صاحبؒ سے حضرت تھانویؒ کے متعلق سوال

کسی نے خواجہ صاحب سے پوچھا کہ:''آپ کے پیر بڑے لال وسرخ ہیں کون سا کشتہ کھاتے

ہیں؟'' خواجہ صاحب نے جا کر تھانہ بھون میں حضرت سے عرض کر دیا۔ حضرت ہنسے اور مزاحاً فرمایا کہ: ''سائل خبطی معلوم ہوتا ہے مگر اس سے کہہ دینا کہ اشرف علی ایک بوٹی، ایک کشتہ کھاتا ہے جس کی وجہ سے وہ لال اور سرخ ہے اور اس کا نام ہے تعلق مع اللہ۔''

خواجہ صاحبؒ کا اِخلاص

جب خواجہ صاحبؒ سے مولانا ابرار الحق صاحبؒ نے اپنا اِصلاحی تعلق قائم کیا تو ایک دعوت میں خواجہ صاحبؒ خلافِ سنت کھانا کھلا رہے تھے، حضرتؒ وہاں نہیں بیٹھے اور دوسرے کمرے میں اکیلے جا کر بیٹھ گئے، خواجہ صاحبؒ نے پوچھا کہ مولانا ابرار الحق صاحب کہاں ہیں؟ کسی نے بتایا تو ان کے پاس گئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ: حضرت! یہ فلاں بات جو ہے اس کو میں منبر سے منع کرتا ہوں، اگر میں اس وقت شریک ہو جاؤں تو کس منہ سے منبر پر منع کروں گا؟ خواجہ صاحب کا بھی اخلاص دیکھو، فرمایا: میں آپ کا شیخ اخلاق میں ہوں، مسائل میں نہیں ہوں، آپ عالم ہیں، ہم آپ کے غلام ہیں، اس معاملہ میں آپ ہم کو مسئلہ بتایئے ہم اس پر عمل کریں گے۔ یہ ہمارے اکابر اور اللہ والے تھے لہٰذا اپنی اپنی مناسبت کا مربی رکھو ورنہ مربہ نہیں بنو گے۔

جب حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ عزیز الحسن رحمۃ اللہ علیہ کو خانقاہ سے نکالا تو اُنہوں نے یہ شعر لکھ کر حکیم الامتؒ کو بھیجا:

اُدھر وہ در نہ کھولیں گے اِدھر میں در نہ چھوڑوں گا
حکومت اپنی اپنی ہے کہیں اُن کی کہیں میری

یعنی بھگانے کی حکومت اُن کی ہے اور نہ بھاگنے کی حکومت میرے اِختیار میں ہے لہٰذا جب یہ شعر لکھ کر بھیجا تو اسی وقت معافی ہو گئی تھی اور حضرت خواجہ صاحبؒ کو شیخ نے جو پیار دیا ہے پوری روئے زمین پر آپ حکیم الامتؒ کے کسی خلیفہ سے پوچھ لیں کہ خواجہ صاحبؒ کا کیا مقام تھا، خواجہ صاحب کو عقلی محبت کے ساتھ ساتھ طبعی محبت بھی تھی اور ایک راز کی بات بتا دوں کہ اگر شیخ کے ساتھ عقلی محبت کے ساتھ ساتھ طبعی محبت بھی ہو جائے تو بے حد مفید ہے ورنہ عقلی محبت سے گاڑی ذرا مشکل سے چلتی ہے۔ (شائع شدہ ماہ نامہ الابرار کراچی، ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ، بحوالہ: ''ذِکرِ رفتگاں'')

❍❖❍

کتاب المسائل: مفتی محمد سلمان منصورپوری

عدت کی پابندیاں

مطلقہ بائنہ اور بیوہ پر سوگ (احداد) واجب ہے

شریعت نے نکاح کی نعمت فوت ہونے پر دورانِ عدت مطلقہ بائنہ اور بیوہ عورت پر سوگ اور غم کا اظہار واجب قرار دیا ہے، جس کا لحاظ رکھنا اُس پر لازم ہے، ورنہ گنہگار ہوگی۔

وتحد الخ مكلفة مسلمةٌ الخ بنكاحٍ صحيحٍ، ودخل بها بدليل قولهٖ: إذا كانت معتدة بتٍ أو موتٍ الخ، إظهارًا للتأسف علىٰ فوات النكاح. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۵/۲۱۷ زكريا)

کیا شوہر کے منع کرنے سے سوگ کا حکم مرتفع ہوسکتا ہے؟

عورت پر سوگ منانا ایک شرعی حق ہے، جو بہر حال واجب ہے؛ حتیٰ کہ اگر شوہر صراحۃً اِس سے منع کرے تو بھی عورت پر سوگ منانا لازم ہے، اِس بارے میں شوہر کی بات ماننا اُس کے لئے جائز نہیں۔

تُحدُّ الخ، وإن أمرها المطلق أو الميت بتركهٖ؛ لأنه حق الشرع. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۵/۲۱۷ زكريا)

شوہر کے علاوہ کسی کے انتقال پر ۳؍دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں

اِسلام میں شوہر کے علاوہ کسی بھی عزیز قریب وغیرہ کے انتقال پر ۳؍دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے۔

تنبیہ:- اِسی سے معلوم ہوگیا کہ آج کل کسی عزیز کے انتقال کے بعد جو عید یا بقرعید آتی ہے، اُس میں اِظہارِ غم کے طور پر قصداً نئے کپڑوں اور زیب وزینت سے اجتناب کیا جاتا ہے، یہ طریقہ شرعاً غلط ہے، جس پر نکیر کی جانی چاہئے۔

عن زينب بنت أبي سلمة رضي الله عنها قالت: لما أتىٰ أم حبيبة نعي أبي سفيان دعت في اليوم الثالث بسفرةٍ فمسحت بهٖ ذراعيها وعارضيها، وقالت: كنت عن هٰذا غنيةً، سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر

أن تُـحِـدَّ فـوق ثـلاثٍ إلا علىٰ زوج؛ فإنها تُحدُّ عليه أربعة أشهرٍ وعشرًا. (صحيح مسلم، الموسوعة الفقهية ۱۰۵/۲ كويت)

ويبـاح الحداد علىٰ قرابةٍ ثلاثةُ أيامٍ فقط. (الدر المختار، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۲۲۰/۵ زكريا)

معتدہ کے لئے ترکِ زینت کا حکم کیوں؟

معتدہ عورت کے لئے عدت کی پابندیوں کی دو حکمتیں ہیں: اولاً نعمتِ نکاح کے فوت ہونے پر اِظہارِ اَفسوس ہے، دوسرے یہ کہ زیب وزینت عورت کی طرف مردوں کے راغب ہونے کے اَسباب میں سے ہے، اور اِس عدت کی حالت میں معتدہ سے نکاح حرام ہے، تو جو چیز حرام تک پہنچنے کا ذریعہ بنے، اُسے بھی ممنوع قرار دیا جانا حکمت کے عین مطابق ہے۔

والـمعنىٰ فيه أي في إيجاب ترک الطيب والزينة وجهان: أحدهما: ما ذكرناه من إظهـار التـأسف. والثاني: أن هٰذه الأشياء دواعي الرغبة فيها؛ لأن المرأة إن كانت متـزيـنة متـطيبة تـزيـد رغبة الـرجـل فيها، وهي ممنوعة عن النكاح، ما دامت في عدة الـوفـاة أو الطلاق، فتجتنبها كيلا تصير ذريعةً أي وسيلةً إلى الوقوع في المحرم، وهو النكاح. (عناية شرح الهداية ۳۳۹/٤ دار الفكر بيروت)

عدت میں عورت کے لئے کن چیزوں کا استعمال ممنوع ہے؟

مطلقہ بائنہ اور بیوہ کے لئے ہر طرح کی زیب وزینت دورانِ عدت ممنوع ہے۔ مثلاً:

(۱) وہ کسی طرح کا میک اَپ نہ کرے۔

(۲) وہ کوئی زیور نہ پہنے؛ خواہ سونے چاندی کا ہو یا کسی اور دھات کا۔

(۳) باریک کنگھی سے سر کے بال نہ سنوارے؛ بلکہ ضرورت کے وقت صرف موٹے دندانے والا کنگھا استعمال کرے۔

(۴) بدن یا کپڑوں میں کوئی خوشبو نہ لگائے۔

(۵) کوئی بھی تیل بدن پر بلا عذر نہ لگائے؛ اگرچہ وہ خوشبودار نہ ہو۔

(۶) سرمہ یا کاجل نہ لگائے۔

(۷) مہندی نہ لگائے۔

(۸) بھڑک دار رنگ کے کپڑے نہ پہنے۔

(۹) نئے کپڑے نہ پہنے۔

(۱۰) ریشمی کپڑے نہ پہنے۔

(۱۱) خوشبو میں رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے۔

عن أم سلمة رضي اللّٰه عنها زوج النبي صلى اللّٰه عليه وسلم عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: المتوفى عنها زوجها لا تلبس المعصفر من الثياب، ولا الممشقة ولا الحلي ولا تختضب ولا تكتحل. (سنن أبي داؤد، الطلاق / باب فيما تجتنبه المعتدة في عدتها ۳۱۵/۱ رقم: ۲۳۰٤، صحيح البخاري ۸۰٤/۲ رقم: ۵۱۳۳)

تحد مكلفةٌ مسلمةٌ الخ، بترك الزينة بحليٍّ أو حريرٍ أو امتشاط بضيق الأسنان والطيب الخ، والدهن، ولو بلا طيبٍ كزيتٍ خالصٍ، والكحل والحنّاءِ ولبس المعصفر والمزعفر ومصبوغٍ بمغرَّةٍ أو ورسٍ إلا بعذرٍ، راجع للجميع، إذ الضرورات تبيح المحظورات. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۲۱۷/۵-۲۱۸ زكريا)

والمراد بالثوب ما كان جديدًا تقع به الزينة وإلا فلا بأس به؛ لأنه لا يقصد به إلا ستر العورة والأحكام تبتني على المقاصد، كما في المحيط. (شامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۲۱۸/۵ زكريا)

فأما ما يتصل بالبدن فالذي يحرم عليها كلُّ ما يُعتبر مرغبًا فيها من طيبٍ وخضابٍ وكحلٍ للزينة، ومن ذٰلك الأشياء المحدثة للزينة، وليس من ذٰلك ما تتعاطاه المرأة للتداوي كالكحلِ والامتشاط بمشطٍ واسعٍ لا طيبَ فيه. (الموسوعة الفقهية / مادة: إحداد ۱۰۷/۲ كويت)

عدت میں چوڑیوں کا استعمال

چوڑی پہننا زیب وزینت میں داخل ہے، اور معتدۂ طلاق ووفات کو دورانِ عدت زینت اختیار کرنا منع ہے؛ لہٰذا اُن کے لئے عدت میں چوڑی پہننا درست نہ ہوگا۔

على المبتوتة والمتوفى عنها زوجها إذا كانت بالغة مسلمة الحداد في عدتها، والحداد الاجتناب عن الطيب، ولبس الحلي والتزين. (الفتاویٰ الهندية ۵۳۳/۱ زكريا، الدر

المختار مع الشامي ٢١٨/٥ زكريا، ٥٣٠/٣-٥٣١ كراچی)

وتترك أنواع الحلي والزينة. (تبيين الحقائق ٢٦٧/٣ زكريا)

کیا عدت میں چوڑی وغیرہ توڑ دینی چاہئیں؟

عورت اگر طلاق یا شوہر کی موت کے وقت چوڑی پہنے ہوئے ہو، تو اُسے فوراً اُتار کر حفاظت سے رکھ دے، اور عدت پوری ہونے کے بعد چاہے تو پہن لے۔ اِن چوڑیوں کو توڑنا مال کا بے فائدہ ضیاع ہے، جس کی شرعاً اِجازت نہیں ہے۔ (لہٰذا بہت سے علاقوں میں شوہر کے انتقال پر بیوی کی چوڑیاں توڑنے کا جو رواج ہے، وہ غلط اور ناجائز ہے) (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۳/۴۱۳ ڈابھیل)

تحد الخ، مكلفة مسلمةٌ الخ، إذا كانت معتدة بتّ أو موت الخ، بترك الزينة بحليّ. (الدر المختار مع الشامي ٢١٧/٥-٢١٨ زكريا، البحر الرائق ١٥٠/٤ كراچی)

دورانِ عدت بطور علاج سر میں مہندی لگانا؟

معتدہ عورت کے لئے زینت کی غرض سے سر کے بالوں میں مہندی لگانا درست نہیں ہے؛ لیکن اگر سر کے درد کے علاج کے طور پر مہندی لگائی، تو اِس کی گنجائش ہے۔

تحد مكلفة مسلمة ولو أمة منكوحة إذا كانت معتدة بت أو موت بترك الزينة والطيب والدهن والكحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر إلا بعذر، راجع للجميع، إذ الضرورات تبيح المحظورات. (درمختار) وتحته في الشامية: والمراد بالثوب ما كان جديداً تقع به الزينة وإلا فلا بأس به. (الدر المختار مع الشامي / باب العدة، فصل في الحداد ٢١٧/٥-٢١٨ زكريا، الهداية ٤٢٧/٢)

واعتادت الدهن فخافت وجعاً، فإن كان ذلك أمرًا ظاهرًا يباح لها؛ لأن الغالب كالواقع، وكذا لبس الحرير إذا احتاجت إليه لعذر لابأس به. (الهداية ٤٢٨/٢)

والحداد أن تترك الطيب والزينة والكحل والدهن المطيب وغير المطيب إلا من عذر، وفي الجامع الصغير إلا من وجع. (فتح القدير ٣٠٥/٤)

عدت میں پان کھانے کا حکم

اگر کوئی عورت عدت میں محض شوقیہ طور پر برائے زینت پان استعمال کرے، تو اُس سے منع کیا

جائے گا؛ اس لئے کہ اِس سے ہونٹوں پر سرخی ظاہر ہونے سے ایک طرح کی زینت پیدا ہوجاتی ہے؛ لیکن جوعورت پان کھانے کی عادی ہواور پان کھائے بغیر اُس کے لئے وقت گزارنا مشکل ہوتو ایسی عورت کے لئے عدت میں پان کھانا ممنوع نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ زینت میں داخل نہیں ہے۔

عن أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم: المتوفى عنها زوجها لاتلبس المعصفرة من الثياب ...... ولا تختضب ولا تكتحل. (المسند للإمام أحمد بن حنبل ٤٢٨/٧ رقم: ٢٦٠٤١)

وبه ظهر أن الممنوع استعماله على وجه يكون فيه زينة فلا تمنع من مسه بيد لعصر أو بيع أو أكل. (شامي ٢١٨/٥ زكريا)

معتدہ کا آنکھ دکھنے کی وجہ سے سرمہ لگانا

اگر معتدہ کی آنکھ دکھنے لگےتو دوا کے طور پر سرمہ لگانے (یا آنکھ میں دواء ڈالنے) کی گنجائش ہے۔

فإن كان وجع بالعين فتكتحلُ. (شامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ٢١٨/٥ زكريا)

بال اُلجھنے کی وجہ سے معتدہ کا تیل کنگھی کرنا

اگر معتدہ کے سر کے بال اُلجھ جائیں، اور تیل کنگھی کے بغیر بے چینی ہو، تو بقدرِ ضرورت تیل ڈال کر موٹی کنگھی سے بال درست کرسکتی ہے؛ لیکن زینت کی نیت نہ ہو۔

أو تشتكي رأسها فتدهن وتمشط بالأسنان الغليظة المتباعدة من غير إرادة الزينة؛ لأن هٰذا تداوٍ لا زينةٍ. (شامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ٢١٨/٥ زكريا)

اگر ممنوعہ کپڑوں کے علاوہ کوئی کپڑا معتدہ کو دستیاب نہ ہو

اگر معتدہ کے پاس صرف ایسے ہی کپڑے ہوں جن کا عدت میں استعمال ممنوع ہے، اور وہ اُنہیں بیچ کر بدلہ میں دیگر کپڑے بھی نہیں خرید سکتی، تو ستر چھپانے کے لئے اُنہیں ممنوع کپڑوں میں سے کوئی کپڑا استعمال کرسکتی ہے۔

وفي الكافي: إلا إذا لم يكن لها ثوبٌ إلا المصبوغ؛ فإنه لا بأس به لضرورة ستر العورة؛ لكن لا تقصد الزينة. وينبغي بتقييده بقدر ما تستحدث ثوبًا غيره، إما ببيعه والاستخلاف بثمنه، أو من مالها إن كان لها. (شامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ٢١٩/٥ زكريا)

وأما من لم يكن عندها إلا ثوبٌ واحدٌ من المنهي عن لبسه، فلا يحرم عليها لبسهُ، حتى تجدَ غيره؛ لأن ستر العورة أوجبُ من الإحداد. (الموسوعة الفقهية / مادة: إحداد ۱۰۸/۲ كويت)

معتدہ کا پرانے رنگین کپڑے پہننا

معتدہ عورت ایسے پرانے رنگین کپڑے پہن سکتی ہے جن سے زینت کا اظہار نہ ہوتا ہو۔

وذكر الحلواني أن المراد بالثياب المذكورة الجديدَ منها، أما لو كان خلِقًا لا تقع فيه الزينة فلا بأس به. (شامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۲۱۹/۵ زكريا)

معتدہ کا بدن کی صفائی کے لئے صابن استعمال کرنا

معتدہ بدن کی صفائی ستھرائی کے لئے غسل کرسکتی ہے، اور بغیر خوشبو کا صابن وغیرہ بھی استعمال کرسکتی ہے؛ لیکن اُس سے زینت مقصود نہ ہو۔

ونقل في المعراج أن عند الأئمة الثلاثة لها أن تدخل الحمام وتغسل رأسها بالخطمي والسدر، ولم يذكر حكمه عندنا. قال في البحر: واقتصار المصنف علیٰ ترک ما ذُكر يفيد جواز دخول الحمام لها. (شامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۲۱۹/۵ زكريا)

ولا بأس بإزالة الوسخ والتفث من ثوبها وبدنها كنتف الإبط وتقليم الأظفار الخ، والإغتسال بالصابون غير المطيب وغسل رأسها ويديها. (الموسوعة الفقهية / مادة: إحداد ۱۰۹/۲ كويت)

معتدہ عورت کا گھر کو سجانا اور قالین وغیرہ پر بیٹھنا منع نہیں

معتدہ عورت کے لئے ترکِ زینت کے حکم کا تعلق صرف اُس کے بدن اور پہننے والے کپڑوں سے ہے؛ لہٰذا اگر وہ اپنے گھر یا کمرہ کو آراستہ کرے، یا ریشم کے فرش یا کسی طرح کے قالین وغیرہ پر اُٹھے بیٹھے، تو اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تنبيه:— مقتضیٰ اقتصارهم علیٰ منعها مما مرَّ أن الإحداد خاص بالبدن، فلا تُمنعُ من تجميل فراشٍ وأثاثِ بيتٍ وجلوسٍ علیٰ حريرٍ، كما نصَّ عليه الشافعيةُ.

(شامي، كتاب الطلاق / فصل في الحداد ۲۱۹/۵ زكريا)

❑❑❑

جامعہ کے شب و روز

مہتمم جامعہ کا سفر عمرہ: مہتمم جامعہ حضرت مولانا اشہد رشیدی صاحب مع اہل خانہ رمضان کے پہلے ہفتے میں زیارتِ حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے، اور عمرہ وزیارت سے بہرہ ور ہوکر بعافیت واپس تشریف لے آئے۔

رمضان المبارک میں جامعہ کی سرگرمیاں: ❍ رمضان المبارک میں حفظ وناظرہ اور دینیات کی تعلیم حسبِ معمول جاری رہی، اہتمام وندائے شاہی کے دفاتر کھلے رہے، ماہِ مبارک میں معمول کے مطابق دیگر مدارس کے سفراء نے جامعہ میں قیام کیا، کاغذات دیکھ کران کی تصدیق کی گئی اور سحر وافطار کانظم مدرسہ کے زیر اہتمام کیا گیا۔

❍ شاہی مسجد میں بعد ظہر حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی اصلاحی بیان فرماتے رہے، اور بعد تراویح مفتی محمد سلمان صاحب نے حسبِ سابق تفسیری بیان کا سلسلہ جاری رکھا، فالحمدللہ علی ذٰلک۔

❍ شاہی مسجد میں مفتی محمد ابوبکر صدیق بن مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری نے تراویح میں قرآنِ کریم سنایا، جب کہ مدنی مسجد میں مولوی محمد سلمہ بن مولانا عبدالجلیل صاحب بہرائچی ناظم اَوقاف جامعہ نے سنایا، اور دونوں مساجد میں ۲۹ ر رمضان کو قرآن کریم مکمل ہوا۔

❍ شاہی مسجد میں مفتی محمد سلمان منصور پوری نے معمول کے مطابق احباب کے ساتھ اعتکاف کیا، جب کہ مدنی مسجد میں حضرت مولانا محمد اسعد صاحب دیوریاوی استاذِ حدیث جامعہ معتکف رہے۔

وفیات: ماہِ رواں میں درج ذیل حضرات کے انتقال کی خبریں موصول ہوئیں، جامعہ میں ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا، قارئین سے بھی ایصال ثواب کی اپیل ہے: ہمشیرہ حاجی رئیس عالم صاحب ایکتا وہار، والدہ حاجی حبیب الرحمٰن صاحب شمسی لاجپت نگر مرادآباد، نور حبان جلالی صاحب اُڑیسہ بہار، محمد شیر صاحب عرف ننھے ملاجی مہانند پور شاہجہاں پور، حاجی فہیم صاحب لاری دیوریا، حاجی عبدالستار صاحب تاشقند باغ مالیگاؤں، دادی صاحبہ مولانا کاظم صاحب ناظم مطبخ جامعہ، رفیق احمد سنڈیلہ، والدہ ڈاکٹر محمد آفتاب صاحب سنڈیلہ، علی جان صاحب ملیاں ہردوئی۔

❏❏❏

Postal -Regd. No. U.P./MRD. DN37/ 2015 /17 R.N.I. -News Paper Regd. No. 479 41/88

Monthly Date of Issue: 02/03/07/2017

NIDA - E - SHAHI

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (U.P.) India. RS/=30

دارالطلبہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی لالباغ مراد آباد کا

خوش نما صدر دروازہ

طابع وناشر عبدالناصر نے گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مراد آباد (یوپی) سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''ندائے شاہی'' جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد سے شائع کیا

USAMA SAJID MOB: 8126462740